ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - June 2021 - Registered No. CPL-13

(قیمت 10 روپے)

جلد نمبر 28 ...... شمارہ نمبر 6...... جون 2021

کورونا سے بچیں کہ بھوک سے؟

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل			
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			
10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت		بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				
رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع	

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کر کے بھیجیں

فہرست

آئی اے رحمان کی یاد میں	04
خیرات اور احسان کے طور پر انصاف	05
اسرائیل کی ظالمانہ پالیسیاں نسلی امتیاز اور ریاستی جبر کے جرائم کے مترادف ہیں	06
2020 کے دوران انسانی حقوق کی صورتحال (اہم نکات)	08
مبینہ پولیس مقابلے میں تین نوجوان ہلاک	12
راوی ریور فرنٹ اربن ڈیولپمنٹ پراجیکٹ: کاروبار کی ترقی، کسانوں کی تنزلی؟	15
آزادئ صحافت کا دن	22

کامران عارف: ایچ آرسی پی کے ساتھ چٹان کی طرح کھڑے رہے

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آرسی پی) کو اپنے خیبر پختونخوا چیپٹر کے وائس چیئر کامران عارف کی بے وقت موت کا شدید دکھ ہے۔ ایک سینئیر وکیل اور عالمی سطح پر انسانی حقوق کے نامور دفاع کار، محترم عارف تقریباً تیس برسوں سے ایچ آرسی پی کے ساتھ وابستہ تھے جس دوران اُنھوں نے کے پی، گلگت اور بلوچستان میں اعلیٰ سطح کے فیکٹ فائنڈنگ مشنوں کی قیادت کی، انسانی حقوق کے متعدد کارکنان کو انسانی حقوق کے عالمی قانون کی تربیت دی، اور حراستی تشدد اور سزائے موت کی شدید مخالفت کی۔

2011 سے 2017 تک ایچ آرسی پی کے شریک چیئر، محترم عارف انسانی حقوق، خاص طور پر اظہار، مذہب اور عقیدے کی آزادی کے لیے مسلسل آواز بلند کرتے رہے، خاص کر فوجداری نظامِ انصاف کے تناظر میں۔ اُنھوں نے سابق فاٹا کو منصفانہ اور مؤثر طریقے سے خیبر پختونخوا میں ضم کرنے کی ضرورت کو کئی بار اجاگر کیا، مگر جیسا کہ ایچ آرسی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا ہے، "کامران عارف محض نعرے بازی کے بجائے عملی کام پر یقین رکھنے والی شخصیت تھے۔ اُن کی موت ایچ آرسی پی کے لیے ناقابلِ تلافی خسارہ ہے۔' ساؤتھ ایشین فار ہیومن رائٹس کے سابق بیورو ممبر، محترم عارف ہندوستان و پاکستان کے مابین پائیدار امن کے شدید خواہاں تھے۔

ایک آن لائن میموریل کے موقع پر، ایچ آرسی پی کے اراکین، سٹاف، اور حمایتیوں نے محترم عارف کی فراست، مزاح اور علمیت؛ تصویر کشی کے لیے اُن کی تیز چشم؛ تاریخ و سفر کے لیے اُن کے جذبے؛ سب سے بڑھ کر انسانی حقوق اور جمہوریت کے لیے اُن کے پختہ عزم کو یاد کیا۔ انسانی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد میں، ایچ آرسی پی کو ان سے بڑی حمایت شاید کبھی نصیب نہ ہو سکے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 03 اپریل 2021]

داغ دار 2020 ہوا معاشی مسائل اور اختلاف رائے پر پابندیوں کا سال
انسانی حقوق کی صورت حال پر ایچ آرسی پی کی رپورٹ کا اجراء

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آرسی پی) کی اہم سالانہ رپورٹ 2020 میں انسانی حقوق کی صورتحال کے اجراء کا مقصد ریاست اور حکومت دونوں کو جھنجوڑ کر انہیں اس خود اطمینانی سے باہر نکالنا ہے کہ ایک نیولبرل اور متعصب نظام پاکستان کے عوام کو وہ حقوق اور آزادیاں دے سکتا ہے جن کے وہ قانونی اور آئینی طور پر مستحق ہیں۔

کووِڈ 19 بحران کا انسانی حقوق کے نقطہ نظر سے جائزہ لیتے ہوئے، ایچ آرسی پی اس نتیجے پر پہنچا کہ وباء نے پہلے سے موجود ناہمواریوں میں اضافہ کر دیا ہے جس سے لاکھوں مزدور اپنے روزگار سے محرومی کے خطرے سے دوچار ہیں۔ بینظیر انکم اسپورٹ پروگرام اور احساس پروگراموں کو حکومت نے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وباء سے نبٹنے کی حکمت عملی کا حصّہ بنایا۔ اس وجہ سے امید ہے کہ ہزاروں لوگ غربت کی پاتال سے بچ جائیں گے۔ مگر یہ پروگرام غریب دوست حکمت عملی کا محض ایک چھوٹا سا حصّہ ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ صحت کے حق کو دستور کے تحت بنیادی حق تسلیم کرے اور مستعدی، معیار اور رسائی کے شعبوں کے لیے مناسب وسائل مختص کرے۔

انتخابات ایکٹ 2017 اور اٹھارہویں آئینی ترمیم کی روح سے روگردانی کرتے ہوئے چاروں صوبوں میں مقامی حکومت کے انتخابات تاخیر کا شکار ہوئے۔ یہ انتہائی پریشان کن امر ہے۔ کووِڈ 19 جیسی صورتحال میں مؤثر مقامی حکومتوں کا وجود انتہائی ضروری ہے۔

وباء تعلیمی اداروں کے لیے بھی بہت بڑا دھچکا ثابت ہوئی۔ طالب علم آن لائن کلاسز لینے پر مجبور ہوئے اور بھروسے کے قابل انٹرنیٹ تک کم یا عدم رسائی کے باعث بلوچستان، خیبر پختونخوا کے قبائلی اضلاع اور گلگت بلتستان میں ہزاروں طالب علموں کو نقصان اٹھانا پڑا۔

2020 میں انسانی حقوق کی صورت حال کا صحافت کی آزادی کے عالمی دن کے موقع پر جاری ہونا ریاست کے لیے لمحہ فکریہ ہونا چاہیے۔ اب یہ لگاتار تیسرا برس ہے کہ ایچ آرسی پی اپنی رپورٹ میں اظہار اور رائے کی آزادی پر بڑھتی قدغنوں کو اجاگر کر رہا ہے۔ سینئیر صحافی مطیع اللہ جان کے اغواء سے لے کر جنگ گروپ کے سربراہ شکیل الرحمٰن کی گرفتاری تک کی کارروائیوں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ذرائع ابلاغ کو سرکاری مؤقف کے آگے جھکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ یہ امر بھی پریشانی کا سبب ہے کہ قومی احتساب بیورو شفاف سماعت اور باضابطہ قانونی کارروائی کے حق سمیت دیگر بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے لیے بدستور ایک آلہ کار کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی تعداد گنجائش سے بہت زیادہ رہی۔ جیلوں میں قید افراد کی شرح 124 فیصد تھی۔ یہ تعداد 2019 کے مقابلے میں کچھ حد تک کم تھی مگر ملک کی جیلوں میں وباء کے حالیہ خطرے کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ریاست دیکھ بھال کے فریضے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ ایک خوش آئند پیش رفت یہ ہوئی کہ 2020 میں لگ بھگ 177 افراد کو سزائے موت سنائی گئی۔ یہ تعداد 2019 کے مقابلے میں بہت کم ہے جب 578 افراد کو موت کی سزا ہوئی اور کسی فرد کو تختہ دار پر لٹکانے کی اطلاع سامنے نہیں آئی۔

موجودہ حکومت کے 2018 سے عزم کے مسلسل اظہار کے باوجود، جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کا بل طویل عرصہ سے قانون کا درجہ حاصل نہیں کر سکا۔ اس کے باوجود کہ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگیاں اس جرم میں ملوث عناصر کا قانونی کارروائی سے استثنیٰ ختم کرنے میں ناکام ثابت ہوا ہے، حکومت نے اس کے اختیارات میں تین سال کی مزید توسیع دے دی ہے۔

دریں اثناء، فرنٹیئر کور کے سپاہی کے ہاتھوں ایک غیر مسلح طالبعلم حیات بلوچ کے قتل سے لے کر چار سالہ برمش پر فائرنگ تک، اور ان الزامات سمیت کہ حملہ آوروں کو 'ڈیتھ اسکواڈ' کے ایک مقامی رہنماء نے بھیجا تھا، بلوچستان مقتدر حلقوں کی زیادتیوں کا خاص نشانہ بنا رہا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 04 مئی 2021]

آئی اے رحمان کی یاد میں

حارث خلیق کی 'ترقی کی باتیں' کی میزبان حمیرہ حسین سے گفت وشنید

ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے سماجی کارکن حمیرہ حسین سے اُن کے یوٹیوب چینل 'ترقی کی باتیں' کے پلیٹ فارم پر رحمان صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا اور اُن کی غیر معمولی حسِ مزاح، بذلہ سنجی، سنجیدگی، برداشت، انتھک جدوجہد، اخلاص، اور انسانی حقوق کی علمبرداری کے لیے غیر متزلزل عزم پر روشنی ڈالی۔

گفتگو کا متن درج ذیل ہے:

حمیرہ حسین: رحمان صاحب کی وفات سے ملنے والا خسارہ نا قابلِ تلافی ہے۔ ہم اُنہیں ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل، ایک صحافی اور ایسی شخصیت کے حوالے سے جانتے ہیں جو گوناں گو صلاحیتوں کی مالک تھی۔ ان کے کھونے سے ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو شاید پر نہ ہو سکے۔ ان کے ساتھ گزری یادوں کو تازہ کرنے اور ان کی شخصیت سے تقویت و تحریک پانے کے لیے آج ہم حارث خلیق صاحب سے گفتگو کر رہے ہیں جو ایک نامور ادیب، شاعر، صحافی اور سماجی کارکن ہیں۔ آجکل ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان میں سیکرٹری جنرل کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ اور اس کے علاوہ، گذشتہ پچیس برسوں سے ایچ آر سی پی کے ساتھ بطورِ رکن منسلک ہیں۔

حارث خلیق صاحب، کس طرح سے آپ کا اُن سے رابطہ تھا، اور کیا کام آپ لوگوں نے اکٹھے کیا؟

حارث خلیق: رحمان صاحب کو میں بچپن سے جانتا ہوں۔ کیونکہ آپ کو پتہ ہے کہ رحمان صاحب کے دوستوں کی تعداد لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں تو ضرور تھی۔ ہر شہر میں، ساری دنیا میں لیکن پاکستان میں تو ہر جگہ ان کے دوست تھے۔ میرے والدین سے بھی ان کا بہت گہرا تعلق تھا۔ رحمان صاحب نے اپنے کیئریئر کی ابتدا فلم رپورٹنگ سے کی تھی۔ میرے والد صاحب ستاویزی فلمیں بناتے تھے۔ رحمان صاحب کی عمر میرے والد صاحب سے کچھ سال کم تھی۔ مگر ان کا آپس میں گہرا تعلق تھا۔ میں نے انہیں بچپن سے دیکھا ہے۔ چالیس، پینتالیس سال کی میری یادداشت ہے ان کو دیکھنے کی۔ پھر جیسے جیسے کام آگے بڑھتا رہا۔ میں بھی چونکہ ڈیولپمنٹ کے شعبے میں اور انسانی حقوق کے شعبے میں آ گیا تو ان سے رہنمائی حاصل کرتے رہے، ان کی باتیں سنتے رہے، انہیں پڑھتے رہے۔ بہت سارے کام ہم نے مل جل کر بھی کیے۔ میں آجکل ایچ آر سی پی کا سیکرٹری جنرل ہوں مگر پچھلے بیس، پچیس برسوں سے اس کا رکن بھی ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ ایک تعلق رہا۔ بہت سفر بھی ان کے ساتھ کیا۔ ملک کے اندر بھی، ملک کے باہر بھی۔

حمیرہ حسین: رحمان صاحب کے انسانی حقوق، امن اور جمہوریت کے متعلق کام سے ہم سب واقف ہیں۔ ان کی شخصیت کے بہت سے پہلو تھے۔ آج ہمیں ان کی شخصیت کے سماجی پہلو کے بارے میں کچھ بتائیں۔ بتائیں کہ کس قسم کی شخصیت کے حامل تھے وہ؟

حارث خلیق: ایک تو ان کا بہت ہی سنجیدہ پہلو ہمارے سامنے ہے، پیشہ ورانہ لحاظ سے۔ وہ بہت سنجیدہ انسان تھے۔ مگر اُن سے زیادہ بذلہ سنج اور حسین مزاح کی حس رکھنے والے شخص میں نے بہت کم دیکھے ہیں۔ انہیں زندگی کی عام چیزوں سے مزاح پیدا کرنا آتا تھا۔ مثال کے طور پر ہمارے ایک بزرگ ہیں وہ بہت کتابیں لکھتے تھے، ایک دفعہ ان کی کسی جگہ پر شام کے وقت رحمان صاحب سے ملاقات ہوئی تو رحمان صاحب نے کہا کہ ' کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور آج آپ کی کوئی نئی کتاب نہیں آئی۔ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟"۔ اِسی طرح ایک کتاب کی رونمائی تھی۔ رحمان صاحب سے پہلے والے فاضل مقرر نے کہا کہ "مصنف بیماری میں مبتلا تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔'' اس کے بعد رحمان صاحب کے بولنے کی باری آئی تو انہوں نے کہا کہ "آپ کتاب کے متن سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مصنف کی طبیعت بہتر نہیں تھی۔'' اس کے بعد کتاب کا انہوں نے سنجیدہ جائزہ لیا۔ ان کا مطلب کسی کا مذاق اڑانا نہیں تھا، مگر وہ برجستہ چست فقرے بولنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

حمیرہ حسین: رحمان صاحب کا کوئی ایسا خاص کام جس سے آپ بہت متاثر ہوئے ہوں؟ انڈیا- پاکستان امن اس حوالے سے ایک مثال ہو سکتی ہے۔

حارث خلیق: ان کی ہر چیز ہی متاثر کن تھی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ اداسی، کبھی کبھی پریشانی کے احساسات چھا جاتے ہیں۔ اس سے تو کسی کو مفر نہیں ہے۔ لیکن رحمان صاحب کو میں نے کبھی مایوس نہیں دیکھا۔ دوسری اہم بات جو ہمیں سیکھنی چاہیے، خاص طور پر ان لوگوں کو جو سماجی شعبے میں اور انسانی حقوق کے شعبے میں کام کرتے ہیں، وہ غصے میں آ جاتے ہیں۔ رحمان صاحب کو اس حوالے سے اپنے مزاج پر بہت زیادہ کنٹرول تھا۔ ان کی طبیعت میں غیر معمولی ٹھہراؤ تھا۔ اگر ان کا کسی سے شدید نظریاتی اختلاف بھی ہوتا تو وہ اسے ذاتی جھگڑے میں کبھی نہیں بدلتے تھے۔ وہ کسی پہ ذاتی حملہ نہیں کرتے تھے۔ رحمان صاحب بہت مشکل حالات سے گزرے ہیں۔ انہوں نے جیل بھی کاٹی، انتہائی کٹھن حالات میں رہے ہیں۔ ان پہ روزگار کے دروازے بھی بند رہے۔ مالی لحاظ سے بھی انہوں نے مشکلیں برداشت کیں۔ جس سطح کے وہ صحافی تھے، جس سطح کے وہ مدیر تھے، وہ بہت پُرتعیش زندگی گزار سکتے تھے۔ مگر انہوں نے کبھی نہیں گزاری۔ اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے اپنے دل میں کسی کے خلاف بغض وعناد نہیں رکھا۔

حمیرہ حسین: روح رہ جاتی ہے، جسم گزر جاتا ہے۔ آپ کے خیال میں ایسا کیا ہے جو رحمان صاحب نے چھوڑا ہے جو وہ لوگوں، خاص طور پر نوجوانوں کو دے سکتے ہیں۔ جس سے نوجوان مستفید ہو سکتے ہیں؟

حارث خلیق: میرا خیال ہے پڑھنا۔ رحمان صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ 70 برس برس تک لکھتے رہے ہیں۔ انہوں نے بطورِ لکھاری بھرپور زندگی گزاری ہے۔ مگر انہوں نے جو لکھا ہے، اس سے زیادہ انہوں نے پڑھا ہے۔ وہ بہت وسیع المطالعہ آدمی تھے۔ میرے خیال میں نوجوانوں کے سمجھنے کے لیے یہی ہے کہ بغیر پڑھے آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ سوچیں، لکھیں، مگر پڑھنا بہت ضروری ہے۔ وہ مسلسل پڑھتے رہتے تھے۔ وہ آخری وقت تک پڑھائی میں منہمک رہے۔ ان کا آخری مضمون ان کے انتقال سے چار روز قبل چھپا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ مضمون لکھنے سے پہلے بہت محنت کرتے تھے۔ متعلقہ چیزوں پہ تحقیق کرتے تھے، پڑھتے تھے اُن کے بارے میں۔ مثال کے طور پر اگر وہ کسی عدالتی فیصلے کے بارے میں لکھ رہے ہیں، کسی سیاسی جماعت کی پالیسی کے بارے میں لکھ رہے، یا کسی انسانی حقوق کے معاملے پر لکھ رہے ہیں تو اس سے پہلے وہ پوری تیاری کرتے تھے۔

خیرات اور احسان کے طور پر انصاف

ڈاکٹر توصیف احمد خان

راشد رحمٰن جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کی جدوجہد کو منظّم کرنے والے ہراول دستہ کے قائد تھے۔ 7 مئی 2014 کو دنیا سے چلے گئے۔ راشد رحمٰن نے ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان اور اطراف کے علاقوں میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر مسلسل صدا بلند کی تھی۔ ان کی بوڑھی ماں اپنے بیٹے کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دینے کے لیے جستجو میں تھیں مگر پھر ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ان کے بڑے صاحبزادہ ارشد رحمٰن رضا الٰہی سے انتقال کر گئے۔

راشد کی والدہ کی پتھریلی آنکھیں ملنے والوں کو اس ملک میں انصاف کی پامالی کی یاد دلاتی ہیں۔ راشد رحمٰن نے اپنے دادا عبدالرحمٰن، چچا اطہر رحمٰن اور والد اشفاق احمد خان کی پیروی کرتے ہوئے وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور اپنے بزرگوں کی طرح ملتان میں پریکٹس کرنے لگے۔ ان کے والد اشفاق احمد خان ایڈووکیٹ نے 60 کی دھائی میں جنوبی پنجاب میں نیشنل عوامی پارٹی اور پھر پیپلز پارٹی کو منظّم کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا، وہ بائیں بازو کی مزدور تحریک سے وابستہ تھے۔

اشفاق احمد خان کو 1970 میں اللہ وسایا ٹیکسٹائل ملز کے مزدوروں کو اجرتوں کی ادائیگی اور حالات کار بہتر بنانے کی جدوجہد کے صلہ میں جنرل یحییٰ خان کی فوجی عدالت نے ایک سال قید با مشقت کی سزا دی تھی۔ ان کے اس وقت کے ساتھیوں میں محمود نواز، بابر اشرف رضوی ایڈووکیٹ وغیرہ بھی فوجی عدالت سے سزا یافتہ ہوئے تھے۔

پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت میں وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ہونے والے جلسہ میں ویتنام کا سفیر نامزد کیا تھا۔ عوامی جلسہ میں سفیر مقرر ہونے کا اعزاز صرف اشفاق احمد خان کو حاصل ہوا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں اشفاق احمد خان عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کے باوجود اسیر ہوئے۔

راشد رحمٰن کے خاندان نے ملتان میں ترقی پسند خیالات کو عام کرنے میں خاصا کردار ادا کیا تھا۔ ان کے تایا آئی اے رحمٰن بائیں بازو کے معروف صحافیوں اور دانشوروں میں شامل تھے۔ 1991 میں آئی اے رحمٰن نے معروف اخبار پاکستان ٹائمز کی ادارت سے استعفیٰ دیا اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کا حصہ بن گئے۔ ایچ آر سی پی کی اس وقت کی سربراہ عاصمہ جہانگیر اور آئی اے رحمٰن ملتان آئے۔

انھوں نے وکلاء کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انسانی حقوق کی اہمیت کو اجاگر کیا اور وکلاء کے سامنے یہ سوال رکھا کہ اس خطہ میں انسانی حقوق کی تحریک کو منظّم کرنے کے لیے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ ان رہنماؤں نے مظلوم انسانوں کو انصاف دلانے اور ان کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے والوں کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کا بھی ذکر کیا۔

راشد اس اجلاس میں شریک چند کم عمر وکلاء میں ایک تھے مگر انھوں نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ اب اپنی زندگی اس مقدس تحریک کے لیے وقف کردیں گے، یوں راشد ایچ آر سی پی میں متحرک ہوئے اور کچھ عرصہ بعد ایچ آر سی پی نے جنوبی پنجاب کے لیے اس ٹاسک فورس قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور راشد رحمٰن کو اس ٹاسک فورس کا کوآرڈینیٹر مقرر کیا گیا۔ راشد رحمٰن نے انسانی حقوق کی ترویج اور مظلوم انسانوں کو انصاف دینے کے لیے نئی راہیں تلاش کیں، وہ آزاد عدلیہ کی لڑائی میں برابر کے شریک تھے۔

جب جنرل پرویز مشرف نے سابق چیف جسٹس افتخار چوہدری کو معطل کیا تو بیرسٹر اعتزاز احسن کی قیادت میں وکلاء نے ملک گیر تحریک شروع کی راشد اگرچہ کبھی بار ایسوسی ایشن کے عہدیدار نہیں رہے نہ پنجاب بار کونسل کے رکن تھے مگر انھوں نے وکلاء تنظیموں کے عہدیداروں سے زیادہ اس تحریک میں فعال کردار ادا کیا۔ راشد رحمٰن اس تحریک میں کئی دفعہ گرفتار ہوئے۔ ان کی کچھ عرصہ پہلے دل کی انجیوگرافی ہوئی تھی مگر راشد کے پاس بیماری کے لیے وقت نہیں تھا۔

راشد کو پنجاب حکومت نے گرفتار کیا اور سخت سردی میں اٹک جیل بھیج دیا گیا۔ اس جیل میں سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر منیر اے ملک بھی نظر بند تھے مگر ان رہنماؤں کو علیحدہ بیرکوں میں نظر بند کیا گیا۔

انھوں نے جنوبی پنجاب میں خواتین کے مسائل پر مسلسل آگہی کی مہم چلائی اور مظلوم خواتین کو مفت قانونی سہولتیں فراہم کیں، وہ مظفر گڑھ میں مختاراں مائی کے سب سے بڑے حامی تھے۔ راشد کا کہنا تھا کہ مختاراں مائی کا تعلق پنجاب کے سب سے پسے ہوئے طبقہ سے ہے اور ایک عورت نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے جاگیردارانہ کلچر کو چیلنج کیا تھا۔ مختاراں مائی اتنی کمزور تھی کہ متعلقہ تھانے کے ایس ایچ او نے اپنی مرضی سے اجتماعی گینگ ریپ کے مقدمہ کی ایف آئی آر درج کی اور مظلوم عورت سے انگوٹھا لگوالیا۔

سپریم کورٹ کے اس وقت کے ججوں نے اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے اس وقت کے حالات کو نظر انداز کیا۔ راشد رحمٰن نے کسانوں کے حقوق کے لیے بہت کام کیا، وہ کسانوں میں اسٹڈی سرکل منعقد کرتے، ان کے حقوق کے بارے میں آگاہ کرتے اور کوئی مظلوم کسان زمیندار یا عمومی طور پر پولیس کے ظلم کا شکار ہوتا تو اس کے لیے ایک طرف ذرایع ابلاغ پر رائے عامہ ہموار کرتے اور دوسری طرف عدالتوں سے رجوع کرتے۔ ملتان اور اطراف کے علاقوں میں زبردستی شادی اور غیرت کے نام پر قتل کی روایات بہت گہری ہیں۔

راشد نے خواتین کے قتل کے کئی واقعات پر تحقیق کی جنھیں ان کے پڑھے لکھے خاندانوں کے مردوں نے شادی سے انکار اور پسند کی شادی کرنے پر قتل کیا تھا۔ پولیس عمومی طور پر عورتوں کے قتل کو یا تو خودکشی قرار دیتی ہے یا تحقیقات نہیں کرتی۔ راشد رحمٰن نے ایسے مقدمات کے لیے عدالتوں سے رجوع کیا۔ کئی مقدمات میں دفن کی جانے والی عورتوں کا پوسٹ مارٹم ہوا اور قتل کے الزامات درست ثابت ہوئے۔ راشد رحمٰن نے مسلسل عدالتوں میں جنگ لڑی۔

راشد رحمٰن آزادیِ صحافت کے لیے آواز اٹھاتے رہتے تھے۔ جب اسلام آباد کے ایک معروف صحافی پر حملہ ہوا اور ایک چینل پر پابندی لگادی گئی تو راشد رحمٰن نے سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر ملتان میں جلسے کیے۔ ان کے قتل سے چند دن قبل وہ ایک ایسی مہم میں مصروف تھے۔ راشد رحمٰن مظلوم افراد کو مفت قانونی سہولتیں فراہم کرتے۔ جنید کے والد اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرچکے تھے۔ انھیں کسی نے لاہور میں ایچ آر سی پی کے دفتر بھیج دیا۔

آئی اے رحمٰن نے سارا کیس دیکھا اور راشد کو ٹیلیفون کیا۔ فون پر ایک مختصر بات ہوئی۔ جب کئی دن بعد جنید کے والد نے راشد رحمٰن کے چیمبر میں ان سے ملاقات کی تو جنید کے مقدمہ کے تیار کاغذات انھیں ملے۔ راشد اس مقدمہ سے کسی وقت دستبردار ہوسکتے تھے۔ انھیں بھری عدالت میں دھمکیاں دی گئی تھیں، لوگوں نے انھیں مقدمہ سے علیحدگی کا مشورہ دیا۔

انھوں نے بی بی سی کی ایک ٹیم کو انٹرویو دیتے ہوئے اپنی جان کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا تھا مگر راشد نے کبھی واپسی کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ راشد رحمٰن نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ خواتین پر زیادتیوں کے خلاف بہت سے مقدمات چھپا دیے جاتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جو رپورٹ ہوتے ہیں ان میں سے کچھ عدالتوں میں پہنچ جاتے ہیں، جو خواتین ان مظالم کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں وہ صرف ایک ملزم کے خلاف نہیں بلکہ پورے سماجی رویوں اور ریاست کے رویوں کے خلاف اٹھاتی ہیں۔

خواتین کو برابری کی حیثیت نہیں دی جاتی، انھیں خیرات کے طور پر انصاف دیا جاتا ہے۔ احسان کے طور پر انصاف زیادہ ظالمانہ ہوتا ہے اور جب کچھ مقدمات میں ملزم پر الزام لگ جاتا ہے تو ان لوگوں کے لیے مقدمہ لڑنا موت کے منہ میں لے جانے کے مترادف ہوتا ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ملزم کو وہی سزا ملے جو وہ سوچتے ہیں۔ راشد کا یہ انٹرویو تاریخی حقائق کی نشاندہی کررہا ہے۔

اسرائیل کی ظالمانہ پالیسیاں نسلی امتیاز اور ریاستی جبر کے جرائم کے مترادف ہیں

انسانیت کے خلاف جرائم کے سامنے آنے پر فلسطینیوں پر جبر کے خاتمے کی جدوجہد شروع ہو جانی چاہیے

(یروشلم، 27 اپریل 2021)۔ ہیومن رائٹس واچ نے آج جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ اسرائیلی حکام نسلی امتیاز اور جبر کی پالیسی اختیار کر کے انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ رپورٹ کے حقائق اسرائیلی حکومت کی وسیع تر پالیسی پر مبنی ہیں جس کے ذریعے وہ فلسطینیوں پر یہودی اسرائیلیوں کے تسلّط کو برقرار رکھنا چاہتی ہے اور مشرقی یروشلم سمیت مقبوضہ علاقے میں مقیم فلسطینیوں کے خلاف مظالم کا ارتکاب کر رہی ہے۔

"حد پار ہو گئی ہے: اسرائیلی حکام اور نسلی امتیاز اور جبر کے جرائم" کے عنوان سے 213 صفحات پر مشتمل رپورٹ میں فلسطینیوں کے ساتھ اسرائیلی سلوک کا جائزہ لیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق آج کے دور کی حقیقت یہ ہے کہ دریائے اُردن اور بحیرہ روم کے درمیانی علاقے میں تقریباً مساوی تعداد میں آباد دو برادریوں پر حکمرانی کرنے والی واحد اتھارٹی اسرائیلی حکومت ہے جو یہودی اسرائیلیوں کے ساتھ ترجیحی سلوک جبکہ فلسطینیوں کے ساتھ جبر کی پالیسی روا رکھے ہوئے ہے، خاص طور پر مقبوضہ علاقوں میں۔

ہیومن رائٹس واچ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کینتھ روتھ نے کہا ہے کہ "نامور آوازیں کئی برسوں سے تنبیہ کر رہی تھیں کہ فلسطین پر اسرائیل کی حکمرانی کا طریقہ کار تبدیل نہ ہوا تو وہ گھڑی دور نہیں جب علاقے پر نسلی امتیاز کا راج ہو گا۔" یہ مفصّل تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ اسرائیلی حکام کے طرزِ حکمرانی کی بدولت وہ گھڑی آن پہنچی ہے، اور آجکل حکام نسلی تفریق اور جبر کا رویہ اپنا کر انسانیت کے خلاف جرائم کا مرتکب ہو رہے ہیں۔

نسلی امتیاز اور جبر کی حقیقت سے مشرقی یروشلم اور غزہ سمیت مغربی کنارے کے مقبوضہ علاقے کی قانونی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، نہ ہی قبضے کی اصلی حقیقت میں کوئی ردّ و بدل ہوا ہے۔

بنیادی طور پر جنوبی افریقہ کے تناظر میں مستعمل نسلی امتیاز آجکل ایک عالمگیر قانونی اصطلاح بن چکی ہے۔ سنگین ادارہ جاتی امتیاز اور جبر اور نسلی امتیاز کی ممانعت عالمی قانون کی اساس ہے۔ نسلی امتیاز کے جرم کی ممانعت و سزا کے عالمی معاہدے 1973 اور عالمی فوجداری انصاف (آئی سی سی) کے قانونِ روم 1998 کی رُو سے نسلی امتیاز انسانیت کے خلاف جرم کے زمرے میں آتا ہے، اور یہ تین عناصر پر مشتمل ہے:

(1) کسی ایک نسلی گروہ کی دوسرے گروہ پر تسلّط برقرار رکھنے کی نیت؛

(2) پسے ہوئے گروہ پر غالب گروہ کا منظّم تسلط؛

(3) غیر انسانی اقدامات۔

آجکل کی صورتحال میں نسلی گروہ کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے نہ صرف جینیاتی خصوصیات کی بنیاد پر ہونے والے سلوک کو سامنے رکھنا چاہیے بلکہ نسل اور قومی یا لسانی پس منظر کی بنیاد پر ہونے والے سلوک کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ اس کی وضاحت ہر قسم کے نسلی امتیاز کے خاتمے کے عالمی معاہدے میں دی گئی ہے۔ ہیومن رائٹس واچ نے نسل کے اس وسیع تر مفہوم کا اطلاق کیا ہے۔

ریاستی جبر جیسے انسانیت کے خلاف جرم جس کی قانونِ روم اور رواجی عالمی قانون میں تعریف دی گئی ہے، سے مراد یہ ہے کہ امتیازی سلوک کے ارادے سے کسی نسلی، لسانی، یا دیگر قسم کے گروہ کو بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جائے۔

ہیومن رائٹس واچ کے خیال میں، مقبوضہ علاقے میں اسرائیلی حکومت کی پالیسی میں جرائم کے عناصر یکجا نظر آ رہے ہیں۔ اس پالیسی کا مقصد پورے اسرائیل اور مقبوضہ علاقے میں فلسطینیوں پر یہودی اسرائیلیوں کا تسلط برقرار رکھنا ہے۔ مقبوضہ علاقے میں یہ پالیسی فلسطینیوں کے خلاف منظّم جبر اور غیر انسانی اقدامات کے ساتھ جڑی ہوئی نظر آتی ہے۔

کئی برسوں سے انسانی حقوق کی صورتحال کو قلمبند کرنے کے تجربے، اور حکومتی منصوبوں کی دستاویزات، عہدیداروں کے بیانات اور دیگر ذرائع کے بغور جائزے کو سامنے رکھتے ہوئے، ہیومن رائٹس واچ نے مقبوضہ علاقے میں فلسطینیوں کے لیے اختیار کردہ پالیسیوں و اقدامات کا انہی علاقوں میں مقیم یہودی اسرائیلیوں کے لیے اپنائی گئی پالیسیوں و اقدامات کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ ہیومن رائٹس واچ نے جولائی 2020 میں ان معاملات پر اسرائیلی حکومت کی رائے مانگی تھی مگر ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

پورے اسرائیل اور مقبوضہ علاقے میں، اسرائیلی حکام نے یہودی آبادیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ اراضی حاصل کرنے اور زیادہ تر فلسطینیوں کو گنجان آباد مراکز تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ حکام نے ایسی پالیساں اختیار کی ہیں جن کا مقصد خود اُن کے بقول، "فلسطینیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے خطرے" کو کم کرنا ہے۔ مثال کے طور پر، یروشلم میں شہر کے مغربی اور مقبوضہ مشرقی علاقوں سمیت میونسپلٹی کا منصوبہ بنایا گیا ہے جس کا مقصد "شہر میں یہودی اکثریت کو برقرار رکھنا ہے، اور یہاں تک کہ منصوبے میں آبادی کے ایسے تناسب کا ذکر بھی ہے جو اسرائیلی حکام برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

اسرائیلی حکام تسلّط برقرار رکھنے کے لیے فلسطینیوں کے خلاف منظّم امتیازی سلوک کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اسرائیل کے فلسطینی شہریوں کے خلاف ادارہ جاتی امتیاز میں ایسے قوانین بھی شامل ہیں جو سینکڑوں یہودی قصبوں سے فلسطینیوں کے مؤثر اخراج کی اجازت دیتے ہیں، اور ایسے بجٹ بھی شامل ہیں جو یہودی اسرائیلی بچوں کے اسکولوں کے مقابلے میں فلسطینی بچوں کے اسکولوں کے لیے بہت کم وسائل کی تخصیص کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مقبوضہ علاقے میں فلسطینیوں پر ظالمانہ فوجی نظام رائج ہے جبکہ اُسی علاقے میں آباد یہودی اسرائیلیوں کو اسرائیل کے حقوق کے احترام پر مبنی دیوانی قانون کے تحت مکمل حقوق حاصل ہیں۔ سنگین ریاستی ظلم کی یہ شکلیں منظّم جبر کے مترادف ہیں اور یہ صورتحال نسلی امتیاز کی تعریف پر پورا اترتی ہے۔

اسرائیلی حکام نے فلسطینیوں پر متعدد مظالم کا ارتکاب کیا ہے۔ مقبوضہ علاقوں میں ان میں سے کئی مظالم بنیادی حقوق کی پامالیوں اور غیر انسانی افعال کا حصّہ ہیں اور نسلی امتیاز کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان میں درج ذیل مظالم شامل ہیں: غزہ کی بندش اور اجازت ناموں سے انکار کی شکل میں نقل و حمل پر وسیع تر پابندیاں، مغربی کنارے میں ایک تہائی سے

زائد اراضی کی ضبطی، مغربی کنارے میں انتہائی کٹھن حالات جنہوں نے ہزاروں فلسطینیوں کو اپنے گھربار چھوڑنے پر مجبور کیا، سینکڑوں فلسطینیوں اور ان کے رشتہ داروں کو رہائش کے حقوق سے انکار، اور لاکھوں فلسطینیوں کو بنیادی شہری سہولیات دینے سے انکار۔

ان جرائم کے ارتکاب کے دوران ہونے والے بہت سی زیادتیوں مثال کے طور پر فلسطینیوں کو تعمیراتی اجازت نامے دینے سے انکار اور اجازت ناموں کی عدم موجودگی کے بہانے گھروں کی مسماری کو سلامتی کے نام پر کسی صورت جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مقبوضہ علاقے میں آبادی کے اندراج پر اسرائیل کی عارضی پابندی جو وہاں مقیم فلسطینی خاندانوں کے دوبارہ ملاپ اور غزہ کے باشندوں کی مغربی کنارے میں رہائش کی راہ میں حائل ہے، مظالم کی ایسی مثالیں ہیں جن کا ارتکاب سلامتی کے نام پر کیا جا رہا ہے مگر ان کا اصل مقصد علاقے کی آبادی میں ردّوبدل کرنا ہے۔ تاہم کوئی اقدام چاہے سلامتی کے پیش نظر ہی کیوں نہ اٹھایا جائے اُس کی آڑ میں نسلی امتیاز یا جبر کو بالکل اسی طرح جائز قرار نہیں دیا جا سکتا جس طرح کہ بیجا طاقت یا تشدد کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

"لاکھوں فلسطینیوں کو سلامتی سے متعلق کسی جائز جواز کے بغیر ان کے بنیادی حقوق سے محروم کرنا محض اس وجہ سے کہ وہ یہودی نہیں بلکہ فلسطینی ہیں، صرف ظالمانہ قبضے کا معاملہ نہیں ہے۔ ''، روتھ نے کہا۔ ''یہ پالیسیاں جو یہودی اسرائیلیوں کو ایک جیسے حقوق سے نوازتی ہیں خواہ وہ کہیں بھی رہیں اور فلسطینیوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھتی ہیں خواہ وہ کہیں بھی رہیں، ایک شناخت سے وابستہ لوگوں کی قیمت پر دوسری شناخت کے لوگوں کو برتر مقام دینے کی سوچ کی عکاسی کرتی ہیں۔" 2018 میں آئینی درجہ رکھنے والے قانون کی منظوری جس نے اسرائیل کو "یہودی عوام کی قومی ریاست" قرار دیا اور کئی دیگر قوانین جن کی بدولت مغربی کنارے میں اسرائیلی آبادکاروں کو اور زیادہ مراعات حاصل ہوگئی ہیں مگر ان کا اطلاق اسی علاقے میں رہنے والے فلسطینیوں پر نہیں ہوتا، نیز حالیہ برسوں میں بڑے پیمانے پر ہونے والی آبادکاری اور اس سے جڑے انفراسٹرکچر سمیت اسرائیلی حکام نے ماضی قریب میں کئی اقدامات اٹھائے اور بیانات دیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہودی اسرائیلیوں کے غلبے کو برقرار رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس امکان سے کہ مستقبل میں کوئی اسرائیلی رہنما کسی دن فلسطینیوں کے ساتھ ایسا تعلق استوار کر سکتا ہے جس سے امتیازی نظام ختم ہو جائے گا، ہم آج اپنے سامنے موجود حقیقت سے نظریں نہیں چرا سکتے۔

اسرائیلی حکام کو جبر اور امتیاز کی ایسی تمام اقسام کو ترک

کرنا ہوگا جن کی وجہ سے یہودی اسرائیلیوں کو فلسطینیوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اور اس حوالے سے نقل و حرکت کی آزادی، اراضی و وسائل کی تخصیص، پانی، بجلی اور دیگر سہولیات تک رسائی اور تعمیراتی اجازت ناموں جیسے معاملات میں برتا جانے والا امتیازی سلوک بھی ختم کرنا ہوگا۔

آئی سی سی کے استغاثہ دفتر کو تحقیقات کر کے اُن عناصر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیے جو نسلی امتیاز اور ریاستی جبر جیسے جرائم میں ملوث ہیں کیونکہ یہ جرائم دراصل انسانیت کے خلاف جرم کی تعریف پر پورا اترتے ہیں۔ مقتدر ریاستوں کو بھی عالمگیر دائرہ اختیار کے اصول کے تحت اپنے ملکی قوانین کی مطابقت میں یہ قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ دیگر ضروری کاروائیوں کے ساتھ ساتھ انفرادی پابندیوں کی پالیسی اپناتے ہوئے ان جرائم میں ملوث ریاستی عہدیداروں پر سفری پابندیاں لگائیں اور ان کے اثاثے ضبط کریں۔

انسانیت کے خلاف جرائم کے شواہد سامنے آنے کے بعد عالمی برادری کو اسرائیل اور فلسطین کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت پر فوری نظر ثانی کرنی ہوگی اور ایسا نقطہ نظر اپنانا ہوگا جس کی بنیاد تعطل کے شکار "امن عمل" کی بجائے انسانی حقوق اور جوابدہی ہو۔ مقتدر ریاستوں کو اسرائیل و فلسطین میں منظم امتیاز اور جبر کی تحقیقات کے لیے یو این انکوائری کمیشن قائم کرنا چاہیے، اور جبر و نسلی تفریق کے جرائم کی چھان بین کے لیے اقوام متحدہ کا ایک عالمی نمائندہ چننے کی ضرورت ہے جس کے پاس دنیا بھر میں جبر و نسلی امتیاز کے خلاف عالمی کاروائی کو متحرک کرنے کا اختیار ہو۔

مقتدر ریاستوں کو چاہیے کہ وہ اسرائیل کو اسلحہ کی فروخت اور فوجی و سیکیورٹی مدد کو اس شرط کے ساتھ مشروط کر دیں کہ اسرائیلی حکام اپنے ان جرائم کو ترک کرنے کے لیے ٹھوس اور قابل تصدیق اقدامات اٹھائیں گے۔ ریاستوں کو اسرائیل کے ساتھ اپنے معاہدات، تعاون کے منصوبوں اور ہر قسم کی تجارت و تعلقات کا بغور جائزہ لینے کی ضرورت ہے تا کہ پتہ چل سکے کہ ان میں سے کونسی سرگرمیاں جرائم کے ارتکاب میں براہ راست کردار ادا کر رہی ہیں، انسانی حقوق کو متاثر کر رہی ہیں، اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو، ایسی سرگرمیاں اور فنڈنگ ختم کی جائے جو ان سنگین جرائم کی بالواسطہ مددگار پائی جائیں۔

"اگرچہ عالمی برادری کی اکثریت اسرائیل کے نصف صدی پر محیط قبضے کو ایک عارضی صورتحال سمجھتی ہے اور پرامید ہے کہ کئی عشروں سے جاری 'امن عمل' جلد ہی اس مسئلے کو حل کر دے گا، مگر وہاں فلسطینیوں پر ظلم اس حد تک پہنچ چکا ہے اور دوام اختیار کر گیا ہے کہ اسے اب نسلی امتیاز اور ریاستی جبر قرار دیا جا سکتا ہے۔"، روتھ نے کہا۔ "وہ جو اسرائیل-فلسطین کے درمیان امن کے متمنّی ہیں، چاہے ایک یا دو ریاستوں کے قیام کی صورت میں یا کنفیڈریشن کے ذریعے، اُنہیں چاہیے کہ فی الوقت موجود حقیقت کو تسلیم کریں اور اس میں بہتری کے لیے انسانی حقوق سے جڑے ضروری اقدامات اٹھائیں۔"

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ہیومن رائٹس واچ)

"حد پار ہوگئی ہے: اسرائیلی حکام اور نسلی امتیاز و ریاستی جبر کے جرائم" درج ذیل ویب سائٹ پر دستیاب ہے:

https://www.hrw.org/node/378469

فلسطینیوں کے ساتھ اسرائیلی سلوک کے بارے میں سوال و جواب کے لیے:

https://www.hrw.org/news
/2021/04/27/qa-threshold-crossed

اسرائیل/فلسطین پر ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹنگ کے بارے میں مزید جاننے کے لیے، براہ مہربانی وزٹ کریں:

https://www.hrw.org/middle
-east/n-africa/israel/palestine

2020 کے دوران انسانی حقوق کی صورتحال

(اہم نکات)

کووِڈ19 کا بحران

- سال کے آخری دن تک وائرس سے اموات 10,105 اور مصدقہ کیسز کی تعداد 479,715 ہوچکی تھی اور وائرس کی ایک نئی اور زیادہ متعدی قسم کے پھیلاؤ کا خدشہ ظاہر کیا جارہا تھا۔
- وباء کے دوران لاک ڈاؤن کی وجہ سے لاکھوں فیکٹری اور نجی ملازمین اپنی ملازمتیں کھو بیٹھے اور سب سے زیادہ نقصان دہاڑی دار مزدوروں کا ہوا۔
- زیادہ تر جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی اور صفائی کے فقدان کے باعث قیدیوں کے وباء سے متاثر ہونے کا خطرہ بڑھ گیا۔ وزارتِ انسانی حقوق نے اعتراف کیا کہ اس نے جن جیلوں کا دورہ کیا وہاں ایس او پیز پر خاطر خواہ عمل درآمد نہیں ہورہا تھا۔
- وباء نے تعلیمی اداروں پر کاری ضرب لگائی اور طلباء آن لائن کلاسز لینا پڑیں۔ اس کا سب سے زیادہ نقصان بلوچستان، خیبر پختونخوا کے قبائلی اضلاع اور گلگت - بلتستان کے ان ہزاروں طلباء کو اٹھانا پڑا جنھیں انٹرنیٹ تک رسائی حاصل نہیں تھی۔
- کووِڈ 19 کے بحران کے دوران اعلیٰ سطح کی رابطہ کمیٹی اور نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر پارلیمان کی منظوری کے بغیر تشکیل دیے گئے۔
- سندھ کووِڈ 19 ایمرجنسی ریلیف آرڈیننس 2020ء مزدوروں، کرایہ داروں اور سکول جانے والے بچوں کے والدین کو ریلیف فراہم کرنے کے حوالے سے ایک اہم اقدام تھا۔
- تمام صوبوں اور وفاقی علاقہ جات میں نقل و حرکت کی آزادی ناگزیر طور پر نمایاں حد تک محدود رہی۔ اس اقدام کا مقصد وباء کے پھیلاؤ کے خطرے کو کم کرنا تھا، اگرچہ کہا جاتا ہے کہ چند علاقوں میں ان پابندیوں کا من مانا اطلاق کیا گیا۔
- وباء کے دوران اجتماعات کو محدود کرنے کے حوالے سے متضاد اقدامات دیکھنے کو ملے۔ بڑے بڑے مذہبی اجتماعات کی نسبت سیاسی اجتماعات کو زیادہ پابندیوں کا سامنا رہا۔

قوانین اور قانون سازی

- پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے کل 80 ایکٹ منظور کیے۔ ان میں 20 وفاقی اور 65 صوبائی ایکٹ شامل ہیں۔ خیبر پختونخوا نے اس سال تمام صوبوں سے زیادہ 38 ایکٹ منظور کیے۔
- وفاقی حکومت نے صدارتی آرڈیننس جاری کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور 2020ء میں ایسے آٹھ آرڈیننس جاری کیے گئے، جس سے درست پارلیمانی طریق ہائے کار نظر انداز ہوئے۔
- قومی اسمبلی کی ایک اہم کامیابی 10 مارچ کو زینب الرٹ، ریسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ کی منظوری تھی۔ توقع ہے کہ یہ قانون ایک فوری ردِعمل کے نظام کے ذریعے بچوں کے خلاف جرائم پر قابو پانے میں مدد دے گا۔

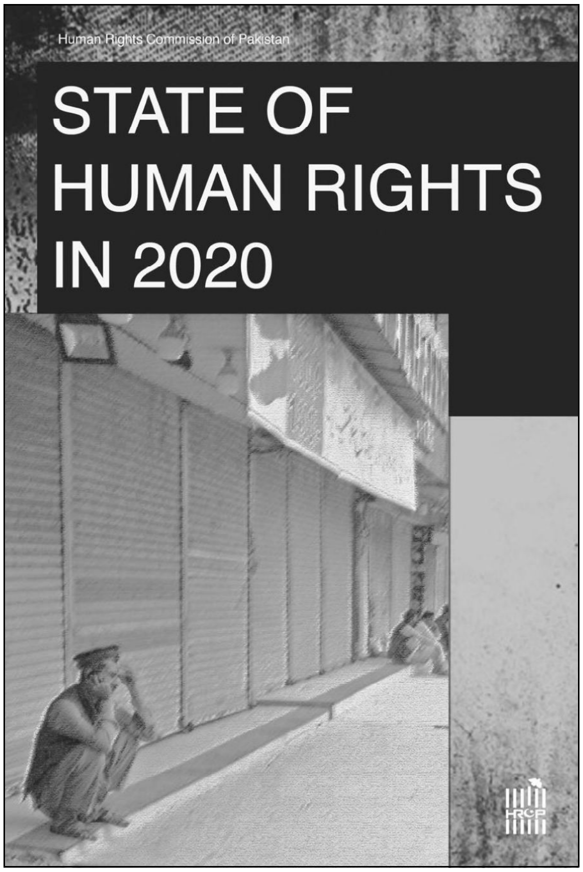

عدل و انصاف کی فراہمی

- سال کے آخر تک عدلیہ میں 21 لاکھ مقدمات زیرِ التوا تھے۔ 2019 میں یہ تعداد 18 لاکھ تھی۔
- قومی احتساب بیورو نے اپنے آپریشن ایک ایسے طریقے سے جاری رکھے جو بنیادی انسانی حقوق، بشمول شفاف ٹرائل اور معین طریق کار کے حق، وقار کے حق، نقل و حرکت اور خلوت کی آزادی، اور تجارت اور کاروبار کرنے کے حق کے منافی تھا۔
- اخباری اطلاعات نے اس بات کی تصدیق کی کہ فوجی عدالتوں سیمینہ دہشت گردی کے جرائم میں سزا پانے والے 196 افراد کو پشاور ہائی کورٹ نے بری کرنے کا حکم دیا جس میں انصاف کے قتل پر سخت فردِ جرم بھی شامل ہے۔
- سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف آمدن سے زائد اثاثوں کی الزامات پر دائر کیے گئے ایک صدارتی ریفرنس کو اختلاف رائے رکھنے والے ججوں کو دھمکانے کا ایک طریقہ قرار دیا گیا۔

سزائے موت

- اخباری اطلاعات سے اکٹھے کئے اعداد و شمار کے مطابق 2020ء میں کم از کم 177 کو موت کی سزا سنائی گئی۔ یہ تعداد 2019ء کے مقابلے میں نمایاں طور پر کم ہے جب 578 افراد کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ سال کے دوران کسی کو بھی پھانسی دیے جانے کی اطلاع نہیں ملی۔

پاکستان اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے

- اگرچہ پاکستان نے اپنی پانچویں مرحلہ وار رپورٹ سیڈا کا جائزہ مکمل کیا، فروری میں سول سوسائٹی کی جانب سے سیڈا کے 75 ویں اجلاس میں جمع کرائی گئی عکس رپورٹ میں کئی اہم سفارشات کی گئیں جن میں خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک فعال اور مؤثر قومی ادارے کا قیام بھی شامل تھا۔

- 2019ء کی طرح، ماورائے عدالت ہلاکتوں، انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی صورتحال، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوران انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ، مذہب یا عقیدے کی آزادی، اور ایذارسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز سلوک سے متعلق اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندگی جانب سے ملک کے دورے کی درخواستیں زیر التوا رہیں۔

انسانی حقوق کے قومی ادارے

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق مئی 2019 سے غیر فعال ہے اور نئے چیئرپرسن کا تقرر اب تک نہیں ہو سکا۔
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں کا عہدہ نومبر 2019ء سے خالی ہے۔
- وزارت انسانی حقوق نے بالآخر قانون منظور ہونے کے ایک سال بعد قومی کمیشن برائے حقوقِ اطفال کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔
- اگرچہ آزاد جموں وکشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے خطے میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن تشکیل دیا تھا، تاہم سال کے آخر تک یہ کمیشن غیر فعال رہا۔

امنِ عامہ

- پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف کانفلکٹ اینڈ سکیورٹی سٹڈیز کے مطابق، سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا کے سابق قبائلی اضلاع میں جنگجوؤں کے حملوں میں اضافہ ہوا جبکہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں ایسے واقعات میں کمی دیکھی گئی۔
- سال کے دوران خودکش حملوں میں تو نمایاں کمی ہوئی لیکن ٹارگٹ کلنگ بڑھ گئی اور 2019ء میں ہونے والے 24 حملوں کے مقابلے میں 2020ء میں ایسے 49 واقعات پیش آئے۔
- پولیس اہلکاروں کو، خاص کر پنجاب میں، حراست میں ہلاکتوں سمیت کئی خلاف ورزیوں کا موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔
- اکتوبر میں، سندھ کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کو سکیورٹی ایجنسیوں نے اغواء کر لیا اور انہیں حزب اختلاف کے ایک سیاست دان کی گرفتاری کے احکامات جاری کرنے پر مجبور کیا۔ اس سے اعلیٰ سطح پر پولیس پر ناجائز دباؤ کی عکاسی ہوتی تھی۔
- بلوچستان کے علاقے تربت میں فرنٹیئر کور کے ہاتھوں ایک غیر مسلح طالب علم حیات بلوچ کی ماورائے عدالت ہلاکت کی بڑے پیمانے پر مذمت کی گئی۔

جیل اور قیدی

- پاکستان کی جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ قیدی موجود رہے۔ وفاقی محتسب کے مطابق، 116 جیلوں میں 64,099 کی گنجائش کے برعکس 124 فیصد کے تناسب سے 79,603 قیدی موجود رہے۔
- بدقسمتی سے، ہائی کورٹس کی جانب سے کوویڈ 19 کے پھیلاؤ کے خطرے کو کم کرنے کے لئے مخصوص درجوں کے قیدیوں کو ضمانت پر رہا کرنے کے فیصلوں کو سپریم کورٹ نے منسوخ کر دیا۔
- پنجاب جیل خانہ جات ایکٹ کے ضوابط پر نظرثانی کا عمل سال کے آخر تک حکومتی منظوری کا منتظر رہا۔

جبری گمشدگیاں

- موجودہ حکومت کی جانب سے 2018ء سے کئے گئے وعدوں کے باوجود، جبری گمشدگیوں کو ایک علیحدہ اور خودمختار جرم قرار دینے سے متعلق بل اب تک منظور نہیں کیا جا سکا۔
- جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے آغاز سے لے کر اب تک، لاپتا افراد کی تعداد کے لحاظ سے خیبر پختونخوا فہرست میں پہلے نمبر پر ہے۔ دسمبر 2020ء کے آخر تک صوبے میں درج مقدمات کی کل تعداد 2,942 رہی۔
- جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے جاری کردہ اعداد وشمار اصل صورتحال کی درست عکاسی نہیں کرتے۔ رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ لوگوں کو سال بھر اٹھایا اور رہا کیا جاتا رہا اور متاثرین کے خاندان انتقامی کارروائی کے خوف کا باعث ایسے مقدمات کی پیروی سے ہچکچاتے رہے۔
- انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹس، جس نے قرار دیا تھا کہ تحقیقاتی کمیشن سزا سے استثنا کے خاتمے میں پوری طرح ناکام ہو چکا تھا، کے ایک سخت جائزے کے باوجود حکومت نے مؤخر الذکر کی مدت میں مزید تین سال کی توسیع کر دی۔
- 16 جون 2020ء کو انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کی جبری گمشدگی اور اس کے بعد شروع ہونے والی بین الاقوامی مہم کے بعد وزارتِ دفاع نے تصدیق کی کہ وہ ان کی تحویل میں تھے اور ان پر غداری کا الزام عائد کیا گیا تھا۔

- سینئر صحافی مطیع اللہ جان کو اسلام آباد میں مبینہ طور پر سکیورٹی ایجنسیوں نے اغواء کیا اور انہیں 12 گھنٹے تک زیر حراست رکھا۔ اس اقدام کو اختلاف رائے کو دبانے اور ایک مسلسل خوف کی فضاء قائم رکھنے کی کوشش قرار دیا گیا۔

جمہوری ترقی

- بلدیاتی انتخابات مقررہ مدت گزر جانے کے کافی عرصہ بعد بھی چاروں صوبوں میں زیر التوا رہے جو الیکشن ایکٹ 2017ء کی خلاف ورزی اور 18ویں آئینی ترمیم کی نفی تھی۔
- الیکشن کمیشن آف پاکستان کے مطابق، ووٹروں کے درمیان صنفی تفاوت کم ہو چکا ہے اور انتخابی فہرستوں میں شامل کئے گئے نئے ووٹروں میں اکثریت خواتین کی ہے۔
- جب کراچی میں مون سون کی بارشوں کے دوران شہری زندگی تقریباً معطل ہو گئی تو شہر کی تباہ حال مقامی حکومت کو اس کی ایک بڑی وجہ قرار دیا گیا۔
- خیبر پختونخوا میں نئے ضم ہونے والے اضلاع (سابق وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات) کو مرکزی دھارے میں لانے کا وعدہ پورا نہ ہو سکا۔
- کوویڈ 19 کے باعث اگست سے ملتوی ہونے والے گلگت-بلتستان قانون ساز اسمبلی کے انتخابات نومبر میں

منعقد ہوئے اور پاکستان تحریک انصاف نے نئی حکومت بنائی۔

نقل وحرکت کی آزادی

- اکتوبر میں، رکن قومی اسمبلی اور پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے رہنما محسن داوڑ کو 'سکیورٹی خطرات' کی بناء پر کوئٹہ داخل ہونے سے روک دیا گیا۔
- وفاقی حکومت کی جانب سے ساحلی شہر گوادر کے گرد باڑ لگائے جانے کی منصوبہ بندی کئے جانے کی اطلاعات نے شہریوں کو ان خدشات میں مبتلا کر دیا کہ ان کی نقل و حرکت کی آزادی محدود ہو جائے گی۔

اجتماع کی آزادی

- دسمبر میں پی ٹی ایم نے کراچی میں ایک جلسہ منعقد کیا جس کے ایک روز بعد کراچی پولیس نے 'لوگوں کو ریاست کے خلاف جرائم پر اکسانے' کے الزام میں پی ٹی ایم کے کئی رہنماؤں کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی۔ بعدازاں، رکن قومی اسمبلی علی وزیر کو گرفتار کر لیا اور وہ سال کے آخر تک زیر حراست تھے۔
- بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے قبائلی اضلاع سے تعلق رکھنے والے طلباء نے شدید احتجاج کرتے ہوئے آن لائن کلاسز میں حصہ لینے کے لیے بہتر انٹرنیٹ کنکشنز فراہم کرنے کا مطالبہ کیا۔ کوویڈ19 کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے نافذ کی گئی ضابطہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 144 کے تحت متعدد طلباء کو گرفتار کر لیا گیا۔

انجمن سازی کی آزادی

- اگرچہ سندھ نے 2019 میں طلباء یونینوں کی بحالی کے قانون منظوری کے حوالے سے مثبت پیش قدمی کا مظاہرہ کیا مگر 2020 میں اس پر مزید پیش رفت نہیں ہو سکی نہ ہی کسی اور صوبے نے اس مسئلے کے حل کے لیے کوئی قدم اٹھایا۔
- ملک بھر میں غیر سرکاری تنظیموں کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کے لیے اندراج کی سخت پالیسی کا اطلاق جاری رہا۔ کئی تجزیہ کاروں کا خدشہ ہے کہ صوبائی چیریٹیز قوانین کا مقصد انجمن سازی کی آزادی پر ایسی پابندیاں عائد کرنا ہے جن کی دستور پاکستان اور پاکستان پر عائد عالمی قانونی ذمہ داریاں اجازت نہیں دیتیں۔

آزادی اظہار

- کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کے مطابق، اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کے دوران کم از کم 10 صحافی جان سے گئے جبکہ کئی کو دھمکیوں، اغواء، تشدد اور گرفتاریوں کا سامنا کرنا پڑا۔
- زمین کی الاٹمنٹ کے 34 برس پرانے مقدمے میں جنگ میڈیا گروپ کے سربراہ میر شکیل الرحمان کی گرفتاری سے اس تاثر کو تقویت ملی کہ یہ ذرائع ابلاغ کو مقتدر حلقوں کے مؤقف کے آگے جھکنے کے لیے مجبور کرنے کی کوشش تھی۔
- آزادانہ آوازوں کو خاموش کرنے کی منظم مہم کے دوران ایکسپریس ٹریبون سے وابستہ صحافی بلال فاروق کو غدّاری کے الزامات پر کئی گھنٹوں تک گرفتار رکھا گیا۔
- بلوچستان میں صحافی انور کھیتر ان کے قتل کی وجہ ان کی رپورٹنگ بتائی جاتی ہے، جس کے باعث علاقے کے قبائلی سرداران سے نالاں تھے۔
- 2020 میں تحفظ بنیاد اسلام بل کی منظوری آزادانہ آراء اور اختلاف رائے کو دبانے کی ایک اور کوشش قرار دی گئی۔ سول سوسائٹی کے دباؤ کے بعد بل کی منظوری بالآخر روک دی گئی تھی۔
- ذرائع ابلاغ پر قدغنوں کا سلسلہ پورا سال جاری رہا۔ کئی صحافیوں نے شکایت کی کہ وہ غیر ریاستی یا ریاستی عناصر کے خوف کی وجہ سے اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور ہیں۔

ڈیجیٹل حقوق

- بلوچستان کے کئی اضلاع اور خیبر پختونخوا کے سابق قبائلی اضلاع میں انٹرنیٹ سروس کا معیار بہت پست رہا یا وہاں 'قومی سلامتی' کے نام پر انٹرنیٹ سروس دستیاب ہی نہیں تھی۔
- گلگت بلتستان اور آزاد جموں وکشمیر میں انٹرنیٹ سروسز پر 'سپیشل کمیونیکیشنز آرگنائزیشنز' کے بدستور کنٹرول کی وجہ سے وہاں انٹرنیٹ سروس کا معیار بہت ناقص تھا جس کا نقصان ان دونوں علاقوں کے طلباء کو اٹھانا پڑا۔
- الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے قانون 2016 کے تحت نومبر میں غیر قانونی آن لائن مواد کا خاتمہ و روک تھام (ضابطہ، نگرانی اور حفاظتی اقدامات) قواعد کے اطلاق نے حکومت کو ڈیجیٹل مواد پر مکمل پابندی عائد کرنے کا قانونی راستہ فراہم کیا۔
- اکتوبر میں معروف ڈیجیٹل ایپ ٹک ٹاک پر یہ کہہ کر عارضی پابندی لگا دی گئی کہ یہ 'فحاشی' اور 'بداخلاقی' کو فروغ دے رہی ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

- مذہبی اقلیتوں اور اقلیتی مسلم فرقوں کے خلاف مذہب کی بے حرمتی کے الزامات، مذہب کی جبری تبدیلی اور ان پر مظالم کا سلسلہ جاری وساری رہا۔

- ایچ آر سی پی نے 2020 میں مذہب کی جبری تبدیلی کے کم از کم 31 واقعات قلمبند کیے، جن میں سے چھ واقعات کمسن بچیوں سے متعلق تھے۔
- پولیس کے اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2020 کے دوران کم از کم 586 افراد کو مذہب کی بے حرمتی کے مقدمات میں ملوث کیا گیا۔ اکثریت کا تعلق پنجاب سے تھا۔
- جماعت احمدیہ کے اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے اراکین کے خلاف مذہبی بنیادوں پر کم از کم 24 مقدمات درج ہوئے۔ متاثرین میں ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھنے والے ایک سنار بھی شامل تھے جن پر ایک گائے کو ذبح کر کے گوشت سنی مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔
- جماعت احمدیہ کے کم از کم تین افراد کو ٹارگٹ کلنگ کے مختلف واقعات میں ہلاک کیا گیا۔ ان میں توہین رسالت کے مقدمے میں ملوث ایک بزرگ بھی شامل تھے جنہیں احاطہ عدالت میں گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔
- آزادی کے ساتھ عبادت کا حق بدستور مشکلات کا شکار رہا: حکومت نے اسلام آباد میں ہندو مندر کی تعمیر کا اعلان کیا تو انتہا پسند گروہوں اور حکومت کی اتحادی مرکزی سیاسی جماعتوں نے تعمیر روکنے کا عزم ظاہر کیا۔
- سول سوسائٹی، وزارت مذہبی امور و بین العقائد ہم آہنگی کے تحت تشکیل پانے والا قومی اقلیتی کمیشن قانون کے ذریعے قائم ہونے والا خودمختار ادارہ نہیں ہے، اور یہ امر سول سوسائٹی کی شدید مایوسی کا سبب ہے۔

عورتیں

- عالمی معاشی فورم کے جنسی تفاوت کے عالمی گوشوارے میں 153 ممالک کی فہرست میں پاکستان کا درجہ 151 تھا۔

- ایچ آر سی پی کو گھریلو اور آن لائن تشدد کی بڑھتی ہوئی شکایات موصول ہوئیں جس سے ظاہر ہوا کہ وباء کے دوران عورتیں اور زیادہ غیر محفوظ ہوئی ہیں۔
- ذرائع ابلاغ کی اطلاعات کو مدنظر رکھتے ہوئے، ایچ آر سی پی نے 2020 کے دوران 'عزت' کے نام پر قتل کے 430 واقعات قلمبند کیے جن میں 148 مردوں اور 363 عورتوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔
- ستمبر میں لاہور- سیالکوٹ موٹروے پر ایک عورت کے ساتھ اس کے بچوں کی موجودگی میں اجتماعی جنسی زیادتی کے واقعے نے عوام کو غم و غصّے اور صدمے سے دوچار کیا۔ لاہور پولیس کے سربراہ نے اس اندوناک صورتحال کو یہ کہہ کر اور زیادہ گھمبیر کر دیا کہ اسے (متاثرہ عورت کو) 'اپنا راستہ چنتے کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے تھی'۔
- عورتوں کے حقوق کے کارکنان نے عورت کی پاکدامنی کی تصدیق کے لیے 'دو انگلیوں کے معائنے' جیسے فرسودہ اور غیر اخلاقی قانون کو عدالت عالیہ لاہور میں چیلنج کر کے اہم کامیابی حاصل کی۔
- تربت میں پیش آنے والے ایک انتہائی اندوہناک واقعے میں مسلح رہزنی کے دوران تین افراد نے ایک عورت کو اس کے گھر میں گولیاں مار کر ہلاک اور اس کی چار سالہ بچی کو زخمی کر دیا۔ اس دعوے نے بلوچستان بھر میں غم و غصّے کی فضا پیدا کر دی کہ حملہ آوروں کو ڈیتھ اسکواڈ کے ایک مقامی رہنماء نے بھیجا تھا۔

بچے

- ایک اندازے کے مطابق ملک بھر میں بچوں سے زیادتی کے 2,960 واقعات قلمبند ہوئے۔ اصل تعداد زیادہ ہوسکتی ہے۔
- زیادتی کا نشانہ بننے والے بچوں کی عمر پر نظر دوڑائیں تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ ایک سال کی عمر والے بچے بھی محفوظ نہیں رہے، اور جرائم کی نوعیت خاص طور پر بھیانک تھی جن کا دائرہ اغواء کے بعد زیادتی اور اجتماعی زیادتی کے بعد قتل تک پھیلا ہوا تھا۔
- جون میں راولپنڈی میں آٹھ سالہ ملازمہ زہرہ شاہ جس نے پنجرے میں بند طوطے آزاد کیے تھے، کی اپنے مالکان کے ہاتھوں وپ تشدد ہلاکت کی عوامی سطح پر شدید مزمت ہوئی۔
- بلوجستان میں ایک انتہائی بہیمانہ واقعے میں قلعہ عبداللہ میں ایک آٹھ سالہ بچے کی درخت سے لٹکتی لاش برآمد ہوئی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ نے تصدیق کی کہ اسے دو افراد نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا تھا۔

محنت کش

- نجکاری کی پالیسی کی پیروی کرتے ہوئے، پاکستان اسٹیل ملز کی انتظامیہ نے 4,500 سے زائد ملازموں کو ملازمت سے فارغ کیا جس کی محنت کشوں کے حقوق کے کارکنان نے شدید مذمت کی۔
- پنجاب حکومت نے پاکستان کے توثیق شدہ عالمی معاہدات اور شعبہ محنت کے ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کارخانہ جات کو معائنے سے استثنیٰ دے دیا۔
- ایک اندازے کے مطابق، 2020 میں عدالت عالیہ سندھ کے احکامات کی روشنی میں 2,437 جبری مزدوروں کو جبری مشقت سے رہائی ملی۔
- پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے اندازوں کے مطابق، سال کے دوران 116 کان کن اپنے کام مقام پر حادثات کا شکار ہو کر جان سے گئے، اس کے باوجود پاکستان نے ابھی تک آئی ایل او کنونشن 176 کی توثیق نہیں کی جو کان کنوں کی حفاظت کے لیے گہرائی کی حد کا تعین کرتا ہے۔
- صوبائی حکومتوں سے ایک بار پھر مطالبہ کیا گیا کہ وہ آئی ایل او کنونشن 144 کے تحت سہ فریقی لیبر کانفرنسیں منعقد کریں۔

تعلیم

- عام طور پر، کووِڈ 19 کی وجہ سے متعارف ہونے والی آن لائن کلاسز کا فائدہ صرف ان خوش قسمت طالبعلموں کو ہوا جنہیں ڈیجیٹل رسائی حاصل تھا، جبکہ کسی قسم کی مدد سے محروم متعدد ایسے طالبعلم کو صورتحال سے نبٹنے کیلیے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا،
- ماہرین تعلیم نے خدشات کا اظہار کیا کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے تعلیمی تعطل کے باعث اسکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔
- ملک بھر میں یونیورسٹی طلباء نے فیسوں میں اضافے کے خلاف احتجاج کیا اور وہ فیسوں کی معافی کا مطالبہ کرتے رہے، جس کے ردعمل میں پولیس نے کئی ایسے مظاہروں کو منتشر کرنے کے لیے بے جا طاقت کا استعمال کیا۔

صحت

- کووِڈ 19 نے شعبہ صحت کی خامیوں کو بے نقاب کیا۔ تیاری اور سہولیات، دونوں میدانوں میں۔ حکومت کی طرف سے جاری ہونے والے ملے جلے پیغامات اور معیاری قواعد وضوابط (ایس او پیز) کا ناقص اطلاق عوام کو وباء کی سنگینی سے روشناس کرنے میں ناکام رہا۔
- کووِڈ 19 لاک ڈاؤن کے دوران بڑے سرکاری ہسپتالوں میں شعبہ بیرونی مریضاں کی بندش نے صحت کے بحران کو اور زیادہ گھمبیر کیا۔
- وباء کے بحران کے دوران فیصلے زیادہ تر معیشت کو مدنظر رکھ کر کیے گئے، اور انہیں عوام کی غالب اکثریت کی حمایت حاصل تھی، جس کا خیال تھا کہ ان کا عقیدہ ان کی حفاظت کرے گا، اور یوں انہوں نے ماسک جیسی انتہائی بنیادی حفاظتی تدبیر کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔
- پہلی لہر کے بعد عارضی وقفے کے دوران، ایس او پیز کی پاسداری کم ہوگئی اور نتیجتاً متوقع دوسری لہر کئی ہلاکتوں کا سبب بنی۔
- وباء نے صحت کے دیگر مسائل سے توجہ ہٹائی تو پولیو ویکسین اور ڈینگی کنٹرول پروگرام کو سال کے آخر تک ملتوی کر دیا گیا جس سے ان بیماریوں کے دوبارہ پھیلاؤ کا خدشہ پیدا ہوگیا تھا۔

ماحول

- وباء کے باعث نافذ لاک ڈاؤن کے دوران فضائی آلودگی میں مختصر وقفے کے بعد، سال کے اختتام تک فیصل آباد اور لاہور سب سے زیادہ آلودہ شہروں کے حوالے سے دہلی سے آگے نکل گئے۔ ان شہروں میں ہوا کا معیار نقصان دہ سطحوں تک پہنچ گیا تھا۔
- صوبے بھر میں ہونے والی مون سون بارشوں میں کم از کم 30 ہلاکتوں کے بعد سندھ حکومت نے 20 اضلاع کو "آفت زدہ' قرار دیا۔
- خیبر پختونخواہ میں غیر قانونی تجاوزات اور جنگلوں کی غیر قانونی کٹائی پر ہونے والی ایک سرکاری انکوائی میں معلوم ہوا کہ ہری پور میں لینڈ ڈویلپرز خطرات میں گھرے وسیع جنگلوں کو تجارتی و رہائشی علاقوں میں بدل رہے ہیں۔

مبینہ پولیس مقابلے میں تین نوجوان ہلاک، ایک زخمی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) سندھ، چیپٹر کو سوشل میڈیا کے ذریعے معلوم ہوا کہ کراچی کے علاقے پرانی سبزی منڈی کے قریب ایک مشکوک پولیس مقابلہ ہوا، جس میں 3 بلوچ لڑکے مارے گئے اور ایک شدید زخمی ہے۔لڑکوں کی لاشیں اور زخمی کو عباسی شہید اسپتال لایا گیا۔

4 مئی 2021 کو ایچ آر سی پی کاؤنسل کی مشاورت سے ایک تحقیقاتی ٹیم تشکیل دی گئی تا کہ اس واقعہ کے حقائق معلوم کئے جا سکیں۔

ٹیم مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھی:

1. اسد اقبال بٹ (شریک چیئرپرسن ایچ آر سی پی)
2. سعید بلوچ (کاؤنسل ممبر ایچ آر سی پی)
3. عبدالحئی (انچارج شکایات سیل ایچ آر سی پی)
4. قاضی خضر (وائس چیئرپرسن ایچ آر سی پی)

4 مئی 2021 کو تحقیقاتی ٹیم نے فون کے ذریعے آر سی پی کے رکن محترم عبدالرحمٰن سے واقعہ کی ابتدائی تفصیلات حاصل کیں۔

محترم عبدالرحمٰن کے مطابق، 28 اپریل 2021 کی رات پرانی سبزی منڈی کے علاقے منو گوٹھ، بلوچ پاڑہ میں یہ پولیس مقابلہ ہوا جس میں 18 سے 22 سال کے 3 بلوچ اور ایک پختون لڑکا مارے گئے۔عبدالرحمٰن نے مارے جانے والے ایک لڑکے کے رشتہ دار یوسف کا فون نمبر دیا۔

فون کے ذریعے یوسف (مارے جانے والے لڑکے کا رشتہ دار) سے رابطہ کیا گیا تو یوسف نے 5 مئی 2021، دوپہر ڈھائی بجے منو گوٹھ، بلوچ پاڑہ آنے کا وقت دیا۔

تحقیقاتی 5 مئی 2021، دوپہر ڈھائی بجے یوسف کے بتائے ہوئے پتہ، کراچی کے ضلع ایسٹ کے علاقے پرانی سبزی منڈی کے قریب منو گوٹھ، بلوچ پاڑہ پہنچی۔مقامی انجمن (بلوچ انجمن، منو گوٹھ) میں پولیس مقابلے میں مارے جانے والوں کے لواحقین جمع تھے،ان میں

- محمد عثمان (مارے جانے والے بلال کے والد)
- محمد انوار (مارے جانے والے اسلام کے چچا)
- اسداللہ (مارے جانے والے بلال کے کزن)
- جمیل (مارے جانے والے اسلام کے بھائی)
- رفیق (پڑوسی)
- جمال (مارے جانے والے عامر کے ماموں)

اور دیگر محلّہ دار/رشتہ دار

☆ اسداللہ (مارے جانے والے بلال کے کزن) نے ایچ آر سی پی کی تحقیقاتی ٹیم کو بتایا کہ، 28 اپریل 2021، رات تقریباً 10 بجے منو گوٹھ، بلوچ پاڑہ میں بوجوانی کلینک کے سامنے، بلال ولد عثمان عمر 22 سال، عامر ولد رسول بخش عمر 21 سال، محمد اسلم ولد عبدالمجید عمر 18 سال اور مسعود ولد ریاض عمر 19 سال ہائی روف میں بیٹھے تھے (وہ فٹبال میچ دیکھنے جا رہے تھے) کہ پولیس کی بھاری نفری آئی، موٹر سائیکلوں پر، ڈبل کیبن اور دیگر گاڑیوں میں انہوں نے ہائی روف کو گھیر لیا۔ مسعود ولد ریاض نے بھاگنے کی کوشش کی پولیس والوں نے اسے گولیاں ماریں وہ شدید زخمی ہوگیا جسے چھوڑ کر پولیس والے بلال اور عامر کو ہائی روف گاڑی میں (ہاتھ پاؤں باندھ کر) اور محمد اسلام کو موٹر سائیکل پر بٹھا کر لے گئے۔علاقے کے لوگ مسعود کو شدید زخمی حالت میں جناح اسپتال لے گئے۔ جہاں دورانِ علاج 2 مئی 2021 کو اس کا انتقال ہوگیا۔

لڑکوں کے گھر والے پی آئی بی پولیس اسٹیشن گئے جہاں انہیں کہا گیا کہ آپ عباسی شہید اسپتال جائیں۔اسپتال پہنچے تو پتا چلا کہ محمد بلال اور عامر کو پولیس والوں نے مار دیا ہے اور محمد اسلام زخمی ہے۔پولیس نے زخمی محمد اسلام سے ملنے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی بلال اور عامر کی لاشیں ورثا کے حوالے کیں۔

29 اپریل کی صبح انہیں لاشیں ملیں اور زخمی محمد اسلام (شانی) کو سول اسپتال بھیج دیا گیا۔ جہاں 3 مئی 2021 کو اس کا انتقال ہو گیا۔اسداللہ کا کہنا تھا کہ یہ ایک جعلی پولیس مقابلہ تھا۔علاقے کے لوگ اس کے گواہ ہیں کہ بلال، عامر اور محمد اسلام کو پولیس زندہ حالت میں اپنے ساتھ لے کر گئی اور کسی دوسری جگہ لے جا کر انہیں قتل کیا گیا ہے۔اس جعلی پولیس مقابلے کی سی سی ٹی وی فوٹیج موجود ہے۔جو کہ، اس وقت چنار گل نسوار فروش کمپنی کے کیمرے سی سی ٹی وی سے بن رہی تھی۔ پولیس اسٹیشن کے اہلکار کیمرے اور سی سی ٹی وی کا سارا سامان اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔مگر اس سے پہلے ہم نے وہ سی سی ٹی وی فوٹیج حاصل کر لی تھی۔سی سی ٹی وی فوٹیج میں واضح دیکھا جا سکتا ہے کہ جس وقت مسعود گاڑی سے اتر کر بھاگا اس کے ہاتھ میں موبائل فون ہے کوئی ہتھیار نہیں۔اُسے پیچھے سے گولی ماری گئی اور باقی تینوں کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی۔اسداللہ کا مزید کہنا تھا کہ بلال اور عامر پر موبائل چھیننے اور چوری کی ایف آئی آر درج تھیں۔

☆ محمد عثمان (مارے جانے والے بلال کے والد) نے ٹیم کو بتایا کہ یہ جعلی پولیس مقابلہ ہے۔انہوں (پولیس) نے میرے بیٹے بلال اور دیگر 2 لڑکوں کو زندہ حالت میں گرفتار کیا پھر بعد میں تشدد کے بعد کسی دوسری جگہ لے جا کر مارا۔

ہم اُسی رات (28 اپریل) اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن پی آئی بی پہنچے۔ پولیس والوں نے کہا کہ تم لوگ عباسی شہید اسپتال جاؤ۔ہم اسپتال پہنچے تو وہاں معلوم ہوا کہ میرے بیٹے بلال اور عامر

فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے پولیس سرجن کراچی کے دفتر کا دورہ کیا

کو پولیس نے قتل کر دیا ہے اور محمد اسلام زخمی ہے۔پولیس والوں نے بلال کی لاش ہمیں نہیں دی۔ دوسرے روز (29 اپریل 2021) ہم پھر عباسی شہید اسپتال گئے پولیس والے ہمارے بچوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے، ہم بلال اور عامر کی لاشیں لے آئے۔زخمی محمد اسلام کو سول اسپتال بھیج دیا گیا۔

ہم نے دونوں لاشوں (بلال اور عامر) کو اپنے علاقے میں مرکزی یونیورسٹی روڈ پر رکھ کر احتجاج کیا۔ ہمارے علاقے کے لوگوں کی بڑی تعداد نے ہمارے ساتھ اس احتجاج میں شرکت کی۔ہمارے ضلع (ایسٹ) کے ایس ایس پی ہمارے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے ساتھ انصاف ہوگا۔آپ اس سلسلہ میں درخواست دیں ہم کاروائی کریں گے۔اس یقین دہانی کے بعد ہم نے احتجاج ختم کر دیا۔دوسرے روز ہم درخواست لے کر متعلقہ تھانے پی آئی بی پہنچے تو پولیس اہلکاروں نے درخواست وصول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آئی جی آفس جائیں۔پولیس نے جعلی پولیس مقابلے کی جو آئی آر کاٹی ہے اس جھوٹی ایف آئی آر کی نقل تک ہمیں نہیں دی گئی۔

☆ جمیل (پولیس مقابلے میں زخمی بعد میں مر جانے والے محمد اسلام کے بھائی) نے بتایا کہ میں دبئی سے آیا ہوں۔علاقے کے لوگوں کے مطابق پولیس نے 28 اپریل رات 10 بجے کے قریب میرے بھائی محمد اسلام عمر 18 سال کو زندہ حالت میں منو گوٹھ، بلوچ پاڑہ سے گرفتار کیا پھر کہیں لے جا کر گولیاں مار کر شدید زخمی کر دیا۔

میرا بھائی محمد اسلام عرف (شانی) زخمی حالت میں سول اسپتال ٹراما سینٹر میں زیرِ علاج تھا۔ بات چیت کر رہا تھا۔ ڈاکٹروں کے مطابق گولی لگ کر جسم سے نکل گئی تھی۔ کچھ روز میں اس کی طبیعت بہت بہتر ہوگئی تھی۔اس نے گھر والوں سے فون پر بات کی۔وہ بہت خوف زدہ تھا۔ پھر 3 مئی 2021 اتوار کے روز صبح سحری کے وقت اسپتال سے پولیس والوں کا فون آیا کہ محمد اسلام کی طبیعت خراب ہے ہم پہنچے تو وہ انتقال کر چکا تھا۔

☆ محمد انور (ہلاک ہونے والے محمد اسلام کے چچا) نے ٹیم کو بتایا کہ 28 اپریل 2021، مجھے خبر ملی کہ چار لڑکوں (بلال، عامر،

مسعود اور اسلام) کو پولیس نے منو گوٹھ، بلوچ پاڑہ میں مار دیا ہے۔ جس میں میرا بھتیجا (محمد اسلام) بھی شامل ہے۔ میں فوراً عباسی شہید اسپتال پہنچا۔ میرا بھتیجا محمد اسلام زخمی تھا۔ اُسے عباسی شہید اسپتال سے سول اسپتال ٹراما سینٹر لے آئے۔ وہ بات کر رہا تھا۔ گردن پر زخم تھا جس سے خون بہہ رہا تھا۔ کچھ روز میں وہ بہت بہتر ہو چکا تھا۔ چہرے سے ہشاش بشاش لگ رہا تھا۔ بات بھی کر رہا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ پولیس والے ہمیں (بلال، عامر، اسلام) منو گوٹھ، بلوچ پاڑہ سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے، ایک پل کے قریب جھاڑیوں میں ہمیں اتارا۔ بلال اور عامر کو میرے سامنے گولیاں ماریں میں بے ہوش ہو گیا۔ یکم مئی 2021 کو اسپتال کے ڈاکٹر نے کہا کہ محمد اسلام کی فوراً ایم آر آئی کروانی ہے اس کے لیے انہوں نے مجھے پرچہ (سلپ) بنا کر دی۔ محمد اسلام کی ڈیوٹی پر مامور پولیس اہلکاروں نے کہا کہ ہمیں اجازت نہیں ہے۔ آپ پولیس اسٹیشن سے اجازت لے کر آئیں، میں پی آئی بی پولیس اسٹیشن پہنچا جہاں مجھے بتایا گیا کہ اس کیس کی انویسٹی گیشن ضلع ملیر کے پولیس اسٹیشن قائد آباد کے سب انسپکٹر ذوالفقار حیدر کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس جائیں وہ اجازت دیں گے۔ میں قائد آباد پولیس اسٹیشن پہنچا، آئی او نے کہا کہ ہمارے پولیس والے ساتھ جائیں گے ایم آر آئی کے لیے تو ایم آر آئی ہوگا۔ محمد اسلام کا ایم آر آئی نہیں ہو سکا۔

محمد اسلام کے چچا کا مزید کہنا تھا کہ 3 مئی رات ڈھائی بجے میں محمد اسلام کے پاس گیا۔ پونے تین بجے تک میں اس کے پاس رہا وہ ٹھیک تھا ہم دونوں نے تقریباً پندرہ منٹ تک بات کی اس کے بعد میں سحری کے لیے اسپتال سے گھر روانہ ہوا۔ گھر پہنچا ہی تھا کہ پولیس والوں کا فون آیا کہ اسلام کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ میں فوراً اسپتال پہنچا پتہ چلا کہ اسلام ہلاک ہو چکا ہے۔

ہمیں اب تک اسلام کی میڈیکل لیگل رپورٹ ایم ایل آر یا ڈیتھ سرٹیفکیٹ نہیں دیا گیا۔ ہم لاش لے کر گھر آ گئے جب ہم محمد اسلام کو غسل دے رہے تھے تو اس کی کمر میں سوراخ (تازہ زخم کا نشان) جس میں سے خون بہہ رہا تھا۔ پولیس کے مطابق مقابلے میں اُسے گولی لگی تھی۔ مگر اسپتال میں دورانِ علاج ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی نہ ہی اس کے بستر پر کبھی خون کا نشان دیکھا۔ پولیس نہ تو ہماری درخواست لے رہی ہے اور نہ ہی ایف آئی آر کی نقل دے رہی ہے اور نہ ہی بچوں سے برآمد ہونے والی اشیاء (سی این آئی سی، پیسے اور دیگر چیزیں) دے رہی ہے۔ جعلی پولیس مقابلے میں پولیس والوں نے ہمارے معصوم بچوں کو مار ڈالا، ہمیں انصاف دلایا جائے اور اس مقابلے کی انکوائری کروائی جائے۔

☆ جمال (مارے جانے والے عامر کے ماموں) نے بتایا کہ بلال اور عامر پر علاقے میں معمولی جرائم کی ایف آئی آر تھیں اور وہ اپنے مقدمات کے سلسلے میں عدالت میں پیش نہیں ہو رہے تھے۔ ’’مگر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ پولیس انہیں جان سے مار دے‘‘؟ انہوں نے بتایا کہ بلال کو 7 سے زیادہ گولیاں اور عامر کو 2 گولیاں ماری گئیں جس سے ان کی موت واقع ہوئی۔

5 مئی 2021 کو تقریباً پانچ بجے ایچ آر سی پی کی تحقیقاتی ٹیم اراکین سعید بلوچ، عبدالحیٔ اور قاضی خضر پولیس اسٹیشن پہنچے۔ جہاں ڈیوٹی افسر نے انہیں ایس ایچ ہارون کورائی سے ملوایا۔

☆ ہارون کورائی (ایس ایچ او پولیس اسٹیشن) نے ٹیم کو بتایا کہ بلال اور اس کے ساتھی عادی مجرم تھے۔ علاقے میں قائم فیکٹریاں، دکانیں تاجروں، سب سے یہ بھتہ مانگتے تھے نہ دینے پر انہیں دھمکاتے، فائرنگ کرتے اور تشدد کا نشانہ بناتے۔ اسی وجہ سے علاقے میں قائم گتے کی فیکٹری (نام نامعلوم) بند ہوئی۔

ایس ایچ او کا کہنا تھا کہ بلال کے خلاف ہمارے تھانے پی آئی بی میں اسٹریٹ کرائیم/اسلحہ وغیرہ کی دس ایف آئی آرز اور عامر کے خلاف ایک ایف آئی آر درج ہے۔ یہ لوگ مفرور ملزم تھے۔ علاقے میں کوئی گھر تعمیر ہوتا تو گھر کے مالک کو پہلے انہیں بھتہ دینا پڑتا۔ کوئی لڑکی یا عورت انہیں پسند آ جاتی تو یہ اس کے گھر میں گھس کر زبردستی زنا کرتے۔ ایسے کئی واقعات ہوئے مگر متاثرین نے شکایت درج نہیں کروائی بدنامی کے خوف سے لوگ اپنے گھر چھوڑ کر علاقے سے چلے جاتے تھے۔ مختلف ایجنسیاں ان کے حوالے سے کام کر رہی تھیں۔

ہمیں ہمارے افسران کے ذریعے اطلاع ملی کہ بلال اور اس کے ساتھی علاقے میں موجود ہیں اور کسی بڑی کاروائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی شناخت کے لیے لوگ دیئے گئے۔ ہم نے علاقے (منو گوٹھ، بلوچ پاڑے) کا محاصرہ کیا۔ مختلف جگہ پر سادہ کپڑوں میں اور موٹر سائیکل پر پولیس والے تعینات کئے۔ وہ گاڑی (ہائی روف) میں تھے۔ انہوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی۔ مقابلہ ہوا ہمارا ایک سپاہی زخمی ہوا، ہماری گاڑی پر فائر لگے۔ ہماری جوابی فائرنگ سے چاروں ملزمان زخمی ہوئے جن کو عباسی شہید اسپتال بھیجا گیا۔ 2 اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی مر گئے، 2 زخمی اسپتال میں داخل کروائے گئے۔ اُن کا مزید کہنا تھا کہ پولیس کا طریقہ کار ہے کہ جس ضلع میں پولیس مقابلہ ہوتا ہے، تفتیش دوسرے ضلع کی پولیس کرتی ہے۔ اِس وقوعے کی تفتیش بھی ڈسٹرکٹ ملیر کے پولیس اسٹیشن قائد آباد کے سب انسپکٹر ذوالفقار حیدر کر رہے ہیں۔

ایچ آر سی پی کی تحقیقاتی ٹیم 6 مئی 2021 صبح گیارہ بجے سول اسپتال ٹراما سینٹر پہنچی جہاں ایم ایل او ڈاکٹر عارف سے ملاقات ہوئی۔

☆ ڈاکٹر عارف (ایم ایل او سول اسپتال ٹراما سینٹر) نے ٹیم کو بتایا کہ محمد اسلام کو 29 اپریل 2021 کو عباسی شہید اسپتال سے زخمی حالت میں پی آئی بی پولیس اہلکاروں کے ہمراہ لایا گیا۔ اُسے علاج کے لیئے ٹراما سینٹر میں داخل کر لیا گیا۔ 3 مئی 2021 اتوار کے روز سحری کے بعد اسپتال سے فون آیا کہ پولیس مقابلے میں زخمی محمد اسلام جو کہ ٹراما سینٹر میں زیرِ علاج تھا ہلاک ہو گیا ہے۔ میں نے لاش دیکھی، چونکہ مقابلے کے بعد محمد اسلام کو زخمی حالت میں عباسی شہید اسپتال

فیکٹ فائنڈنگ ٹیم لوگوں سے واقعے کی تفصیلات معلوم کر رہی ہے

لے جایا گیا تھا، اس وجہ سے میڈیکل لیگل رپورٹ (ایم ایل آر) عباسی شہید اسپتال کے ایم ایل او نے بنائی۔ پھر اُسے ٹراما سینٹر لایا گیا جہاں دورانِ علاج اس (محمد اسلام) کا انتقال ہوا لہٰذا ڈیتھ سرٹیفکیٹ ٹراما سینٹر سے جاری ہوا۔ ایسی لاش کے پوسٹ مارٹم کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ڈاکٹر عارف ایم ایل او نے کہا کہ مرحوم محمد اسلام کی فائل پولیس سرجن کراچی کے دفتر میں ہے آپ وہاں یاسین (ھیڈ محرر) یا ڈاکٹر ندیم سے ملیں۔

ایچ آر سی پی کی ٹیم پولیس سرجن کراچی کے دفتر پہنچی جہاں ڈاکٹر ندیم نے محمد اسلام (مرحوم) کی فائل دکھائی اور اس کے ڈیتھ سرٹیفکیٹ کی فوٹو لینے کی اجازت دی۔ انہوں نے بتایا کہ محمد اسلام کا ایم ایل آر نمبر 3679 ہے جو کہ عباسی شہید اسپتال کے ایم ایل او سے ملے گا۔

ایچ آر سی پی کی ٹیم 6 مئی 2021 کو جناح اسپتال پہنچی جہاں ایم ایل او کے دفتر میں شاہد اور نصر اللہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ایم ایل او ڈاکٹر سمعیہ سے فون پر اجازت لینے کے بعد مرحوم مسعود کی ایم ایل آر اور ڈیتھ سرٹیفکیٹ کی نقول ایچ آر سی پی کی تحقیقاتی ٹیم کو فراہم کیں۔

تحقیقاتی ٹیم 7 مئی 2021 کو عباسی شہید اسپتال ایم ایل او آفس پہنچی، جہاں ایم ایل او ڈاکٹر شاہد نظامی اور ڈاکٹر یاسین سے ملاقات ہوئی۔ ایم ایل او کے مطابق پولیس اسٹیشن کے اہلکار 29 اپریل کو پولیس مقابلے میں ہلاک شدگان بلال اور عامر کی لاشیں اور ایک زخمی محمد اسلام کو لائے۔ زخمی کا میڈیکل لیگل رپورٹ ایم آیل آر بنانے کے بعد اُسے سول اسپتال ٹراما سینٹر مزید علاج کے لیئے بھیج دیا گیا۔

بلال اور عامر کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم ہوا جس کے مطابق عامر کو دو گولیاں سینے میں لگیں اور کمر سے نکل گئیں جبکہ بلال کو ایک گولی گردن پر لگی، دوسری گولی بیک (کمر) پر لگی اور کندھے سے نکل گئی، ایک گولی سیدھے کندھے پر پیچھے سے لگی اور سینے سے نکلی، انہوں نے مزید بتایا کہ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے دل اور پھیپھڑوں کام کرنا چھوڑ دیا تھا جس کی وجہ سے دونوں کی موت واقع ہوئی۔

وقوعے کے انویسٹی گیشن افسر آئی او ذوالفقار حیدر کے دیئے ہوئے وقت پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی ٹیم 7 مئی 2021، رات 9 بجے، ضلع ملیر کے پولیس اسٹیشن قائد آباد پہنچی۔ سب انسپکٹر ذوالفقار حیدر (آئی او) کے مطابق پولیس مقابلے میں مارے جانے والے بلال عرف شاہو کے خلاف پی آئی بی تھانے

میں دس ایف آئی آرز درج ہیں اور عامر کے خلاف بھی ایک ایف آئی آر درج ہوئی ہے۔ مخبر خاص کی اطلاع پر ہارون کورائی (ایس ایچ او، پولیس اسٹیشن پی آئی بی) پولیس پارٹی کے ساتھ منوگوٹھ، بلوچ پاڑہ پہنچے، جہاں ہائی جیٹ (گاڑی) میں بلال عرف شاہو، عامر، مسعود اور محمد اسلام موجود تھے۔ ملزمان نے پولیس کو دیکھ کر گاڑی بھگائی جس کی وجہ سے سپاہی سعید زخمی ہوگیا۔ ملزمان کی فائرنگ کے جواب میں پولیس نے ان پر فائرنگ کی، ڈرائیور مسعود زخمی حالت میں بھاگ گیا۔ تین ملزمان بلال، عامر اور محمد اسلام گاڑی کے اندر پولیس کی گولیوں کا نشانہ بنے، پولیس موبائل پر دو گولیاں جبکہ ملزمان کی گاڑی پر بھی دو گولیوں کے نشانات ہیں۔ بلال اور عامر موقع پر ہی ہلاک ہوگئے جبکہ محمد اسلام کو زخمی حالت میں عباسی شہید اسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں اُسے مزید علاج کے لیئے سول اسپتال ٹراما سینٹر بھیج دیا گیا۔ 3 مئی 2021، دورانِ علاج اس کا انتقال ہوا۔

بلال اور عامر کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم ہوا، جس کی رپورٹ اب تک (7 مئی 2021) مجھ تک نہیں پہنچی۔ کاروائی کے دوران اسپتال میں موجود پولیس افسر کے مطابق بلال کی گردن پر ایک گولی لگی۔ دو گولیاں پیچھے سے کمر اور کندھے پر لگیں۔ عامر کو چھاتی پر دائیں جانب گولی لگی۔

سب انسپکٹر نے مزید بتایا کہ ملزم مسعود کو جناح اسپتال سے گرفتار کیا گیا اس نے بتایا کہ بھاگتے ہوئے اس نے اسلحہ نالے میں پھینک دیا تھا۔ 2 مئی 2021 دورانِ علاج مسعود کا انتقال ہوگیا۔ محمد اسلام (سول اسپتال میں زیرِ علاج ملزم) کا بیان نہیں لے سکا کیونکہ اس کے ڈاکٹر کے مطابق اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کے چچا محمد انوار مجھ سے رابطہ میں تھے۔ میں نے ملزمان کے اہلخانہ کو زخمیوں سے ملاقات کی اجازت دے رکھی تھی۔

بلال، عامر اور محمد اسلام سے اسلحہ برآمد ہوا جسے پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ آئی او نے بتایا کہ پولیس مقابلے کی سی سی ٹی وی فٹیج کے بارے میں انہیں کچھ معلوم نہیں۔ علاقہ بہت خطرناک ہے۔ وقوعے (پولیس مقابلے) کے وقت دیگر لوگ بھی موجود تھے۔ میں سادہ کپڑوں میں مقابلے کے بعد ایک بار علاقے (منوگوٹھ) میں گیا۔ کچھ لوگوں سے بات چیت ہوئی تھی۔

16 مئی 2021 کو ایچ آر سی پی کی ٹیم مرحوم مسعود ولد ریاض خان (پولیس مقابلے میں ہلاک ہونے والے لڑکے مسعود خان) کے چچا شاہ زرین خان وردک سے ملی۔

☆ شاہ زرین خان وردک نے تحقیقاتی ٹیم کو بتایا کہ مسعود خان اپنے دوستوں کے ساتھ کپڑے لینے جا رہا تھا کہ منوگوٹھ بلوچ پاڑے میں پولیس نے ان کی گاڑی کو گھیرے میں لے لیا مسعود گاڑی سے نکل کر بھاگا تو پولیس نے پیچھے سے اس کی کمر میں گولی ماری جو کہ اس کے سینے سے پار ہوگئی پھر اس کے قریب آ کر اس کی بائیں ٹانگ پر گولی ماری اور اُسے مردا سمجھ کر چھوڑ کر چلے گئے۔ بلال وغیرہ کو زندہ پکڑ کر ساتھ لے گئے۔ اس جعلی پولیس مقابلے کی ویڈیو موجود ہے۔ جس وقت انہوں نے مسعود خان کو پیچھے سے گولی ماری تو ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں اسلحہ نہیں تھا بلکہ موبائل فون تھا۔ انہوں نے ہمارے بچے کو بے قصور مار دیا۔ ان کے خلاف کاروائی ہونی چاہیئے۔ میرا جاننے والا ایک شخص زخمی مسعود کو اٹھا کر میرے دفتر لے آیا جہاں سے میں اُسے جناح اسپتال لے گیا۔ وہ بات کر رہا تھا۔ اسپتال میں اس کا آپریشن ہوا اس کے بعد اُسے ہوش نہیں آیا۔ 2 مئی 2021 کو مسعود کا جناح اسپتال میں انتقال ہوگیا۔ ہمارا اعلیٰ حکام سے مطالبہ ہے کہ ہمیں انصاف دلایا جائے اور جعلی مقابلہ کرنے والے پولیس اہلکاروں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے اور انہیں قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

(1) پولیس کے مطابق یہ ایک پولیس مقابلہ تھا۔ جس میں ملزمان نے فائرنگ کی ابتدا کی، پولیس کی فائرنگ سے ملزمان ہلاک اور زخمی ہوئے۔ لواحقین کا کہنا ہے کہ یہ ایک جعلی پولیس مقابلہ تھا۔ ہمارے بچوں کو زندہ گرفتار کر کے لے جایا گیا اور پھر مار دیا۔

(2) ایف آئی آر میں ہارون کورائی (ایس ایچ او پولیس اسٹیشن پی آئی بی) کے مطابق ملزمان کی گاڑی کا ڈرائیور فائرنگ کرتا ہوا موقع سے فرار ہوگیا۔ شک ہے کہ وہ زخمی ہے۔

سی سی ٹی وی ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ملزمان کی گاڑی کا ڈرائیور جب بھاگ رہا تھا تو اس کے دائیں ہاتھ میں موبائل تھا۔ جس کی لائیٹ جل رہی تھی۔ جب کہ اس کے ہاتھ میں کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ سی سی ٹی وی ویڈیو میں یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ ملزم کو پیچھے سے پولیس اہلکار کی چلائی ہوئی گولی لگی جس سے وہ گر گیا، پولیس اہلکار اس کے پاس آئے اسے دیکھا۔ اسپتال سے معلوم ہوا کہ ایک گولی اس کی دائیں ٹانگ میں بھی لگی ہے جو کہ یقیناً کمر میں لگنے والی پہلی گولی کے بعد یقینی کرنے کے بعد ماری گئی۔

(3) پولیس کو ملزم بلال اور اس کے ساتھیوں کے علاقے میں موجودگی کی اطلاع پہلے سے تھی جس کے نتیجہ میں انہوں نے بھاری پولیس نفری کے ساتھ علاقے کا محاصرہ کیا پولیس اہلکار تربیت یافتہ اور خودکار اسلحہ سے لیس تھے (ملزمان کی جانب سے جوابی فائرنگ کا اندازہ تھا) اس کے باوجود کوئی ایک گولی بھی ملزمان کو سینے سے نیچے نہیں ماری گئی۔ تمام گولیاں گردن، سینے، کندھے اور کمر میں لگیں۔ پولیس کے مطابق ملزمان گاڑی میں بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر گاڑی کے ٹائر سلامت تھے اور نہ ہی ٹائروں کے آس پاس کسی گولی کا نشان ہے۔

(4) پولیس کے مطابق بلال اور عامر پولیس مقابلے کے دوران موقع پر ہلاک ہوئے۔ جبکہ علاقے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ بلال اور عامر کو پولیس اہلکار ملزمان کی گاڑی میں ہاتھ پاؤں باندھ کر اور محمد اسلام کو موٹر سائیکل پر بٹھا کر زندہ حالت میں اپنے ساتھ لے گئے۔

(5) سی سی ٹی وی ویڈیو میں ملزمان کی گاڑی سے پولیس کے گھیرے میں اترتے ہوئے لوگ دیکھے جا سکتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے ملزمان گرفتاری کے وقت زندہ تھے۔

(6) انسپکٹر ہارون کورائی نے تحقیقاتی ٹیم کو بتایا کہ اس مقابلے کی سی سی ٹی وی ویڈیو بھی ہے اس میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ملزمان پولیس پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ علاقے کے لوگوں نے بتایا کہ مقابلے کے کچھ روز بعد پولیس آئی تھی اور چنار نسوار کمپنی کے کیمرے اور سی ٹی وی کا ڈی وی آر لے گئی۔ جبکہ آئی او ذوالفقار حیدر سی سی ٹی وی ویڈیو سے بے خبر تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہ تو انہوں نے ویڈیو دیکھی ہے اور نہ ہی وہ کیمرے اُن کے پاس ہیں۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ سی سی ٹی وی ویڈیو بنانے والے کیمرے اور آلات چنار نسوار کمپنی سے کون، کہاں اور کیوں لے گیا ہے؟

(7) زخمی حالت میں سول اسپتال ٹراما سینٹر لائے جانے والے ملزم محمد اسلام کے چچا کے مطابق دورانِ علاج ملزم کی حالت بہت بہتر تھی وہ بات کر رہا تھا اور اپنے اہلِ خانہ سے بھی فون کے ذریعے رابطہ میں تھا۔ وہ زخمی ہونے کے بعد 5 روز تک زندہ رہا۔ 3 مئی 2021 کو اُس کا انتقال ہوا۔ پھر آئی او ذوالفقار حیدر نے اس کا بیان کیوں نہ لیا؟

(8) مرحوم محمد اسلام کے چچا کا کہنا تھا کہ محمد اسلام نے انہیں بتایا کہ پولیس بلال، عامر اور مجھے (محمد اسلام) منوگوٹھ، بلوچ پاڑہ سے گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئی اور کسی پل کے پاس جھاڑیوں میں میرے سامنے بلال اور عامر کو گولیاں ماریں میں خوف سے بے ہوش ہوگیا۔

(9) زخمی ملزم محمد اسلام کے چچا کا کہنا تھا کہ یکم مئی کو ڈاکٹر نے ایم آر آئی کروانے کے لیے کہا مگر پولیس کی کوتاہی اور بدنیتی کی وجہ سے ایم آر آئی نہ ہو سکا۔ یعنی آئی او نے علاج میں رکاوٹ ڈالی۔

(10) ایس ایس پی ضلع ایسٹ کی یقین دہانی کے باوجود تھانہ پی آئی بی ملزمان کی درخواست وصول نہیں کر رہی۔ یعنی ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر رہی ہے۔

(11) ملزم مسعود کے چچا کا کہنا ہے کہ یہ پولیس مقابلہ نہیں بلکہ قتل ہے۔ ایس ایچ او ہارون کورائی نے علاقے میں جوئے اور منشیات کے اڈے چلانے کے لیئے ان بچوں کو قتل کیا۔ بلال اور ان کے ساتھی علاقے میں جوئے اور منشیات کے اڈے کھولنے نہیں دیتے تھے۔ مگر اب ان بچوں کی ہلاکت کے بعد علاقے میں جوئے اور منشیات کا کاروبار عروج پر ہے۔

☆ مندرجہ بالا شواہد منوگوٹھ، بلوچ پاڑہ کے اس پولیس مقابلے کو مشکوک بناتے ہیں۔ اس طرح ماورائے عدالت قتل لوگوں کو قانون پسند نہیں باغی بناتے ہیں۔

لہٰذا پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) حکام بالا سے گذارش کرتا ہے کہ اس واقعہ کی اعلیٰ سطح پر انکوائری کروائی جائے۔

(قاضی خضر، وائس چیئر ایچ آر سی پی سندھ چیپٹر)

راوی ریورفرنٹ اربن ڈیویلپمنٹ پراجیکٹ: کاروبار کی ترقی، کسانوں کی تنزلی؟

ایچ آرسی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

تعارف

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آرسی پی) کو وزیراعظم کی براہ راست نگرانی میں چلنے والے راوی ریور فرنٹ اربن ڈیویلپمنٹ پراجیکٹ (آر یو ڈی پی) پر اُس وقت سے تشویش لاحق ہے جب 2020 کے اواخر میں اِس کا باضابطہ اعلان کیا گیا۔ منصوبہ اپنے آغاز سے ہی بے شمار مسائل کا شکار ہے جن کا دائرہ ماحول کو پہنچنے والے متوقع نقصانات سے لے کر چھوٹے زمینداروں کے روزگار کو لاحق خطرات تک پھیلا ہوا ہے۔ اِس کے علاوہ، کھربوں روپوں کی مالیت کے منصوبے میں نجی ریئل اسٹیٹ ڈیویلپرز کے بیجا عمل دخل نے پورے منصوبے کو اور زیادہ مشکوک بنا دیا ہے، خاص طور پر حکام کے ان دعووں کو کہ اس منصوبے کا مقصد "عوام کی بہتری'۔ ہے۔

جن کسانوں کی زمینیں لینے کا سلسلہ شروع ہوا ہے وہ اپنی جبری بیدخلیوں اور ریاستی دباؤ کے ہتھکنڈوں کے خلاف سراپا احتجاج ہیں، اور سماجی کارکنان منصوبے سے ماحول پر پڑنے والے منفی اثرات پر آواز اٹھا رہے ہیں۔

اس محاذ پر سول سوسائٹی کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے کارکنان کی تگ و دو کے پیشِ نظر ایچ آرسی پی نے منصوبے کے مختلف پہلوؤں، خاص طور پر انسانی حقوق کی پامالیوں کے جائزے اور متاثرہ زمینداروں اور سول سوسائٹی کے ساتھیوں کی مدد کے لیے مؤثر لائحہ عمل تجویز کرنے کے لیے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن تشکیل دیا۔ اِس حوالے سے، 26 جنوری 2021 کو خصوصی ماہرین، شہری ترقی کے منصوبہ سازوں، ماہرینِ ماحولیات، وکلاء اور ایچ آرسی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی سمیت کمیشن کے دیگر اراکین کے ساتھ ایک مشاورت کا اہتمام کیا گیا۔ اس رپورٹ کے لیے اعداد و شمار اکٹھا کرنے کے لیے ایچ آرسی پی کے اراکین نے کئی احتجاجی مظاہروں اور اجلاسوں میں بھی شرکت کی۔ راجہ اشرف (وائس چیئر، ایچ آرسی پی پنجاب چیپٹر)، فاطمہ فیصل خان اور سلمان سکندر پر مشتمل فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے 4 مارچ 2021 کو کئی متاثرہ دیہاتوں کا دورہ کیا اور مقامی باشندوں سے ملاقات کی تاکہ منصوبے سے پہنچنے والے نقصانات اور تمام زمینی حقائق کی جانچ پرکھ ہو سکے۔

یہ رپورٹ متاثرہ علاقے کے دوروں اور جنوری سے مارچ 2021 تک ہونے والی مشاورتوں اور انٹرویوز پر مبنی ہے۔ فیکٹ فائنڈنگ کے مقصد کے لیے ہونے والے مشاورتی اجلاسوں اور انٹرویوز میں احتجاجی کسان اور ماہرینِ ماحولیات سمیت دیگر فریقین شریک ہوئے۔

رپورٹ کے آخری حصّے میں مشن کو حاصل ہونے والے حقائق درج ہیں اور سول سوسائٹی کے ساتھیوں کے لیے لائحہ عمل تجویز کیا گیا ہے۔

پس منظر

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دریا شروع دن سے تہذیبوں کے روزگار کا ذریعہ ہیں اور ساتھ ساتھ اُن کی ترقی کی قیمت بھی چکا رہے ہیں۔ دریائے راوی کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ صدیوں تک لاہور اور قریبی علاقوں کے باسیوں کی زندگی کا سہارہ بننے والا راوی آج تقریباً خشک کچرہ گاہ میں بدل چکا ہے جس کی وجہ تقسیمِ ہند 1947 اور پھر بعد ازاں ہونے والی سیاست، نیز آبادی میں اضافہ اور حکام کی غفلت ہے۔

گذشتہ کئی سالوں سے تقریباً تمام حکومتیں 'مردہ دریا' میں نئی روح پھونکنے کے عزائم ظاہر کر رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ کام ماحول کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ ریئل اسٹیٹ کے کاروبار کو ترقی دینے کے لیے کرنا چاہتی ہیں۔ آر یو ڈی پی کے نام سے پہچانے جانے والے اس منصوبے کا پہلی دفعہ ذکر پرویز مشرف دور میں ہوا اور پھر نواز شریف کی حکومت کے دوران 2013 میں اس پر کچھ پیش رفت ہوئی۔[1] البتہ، اس کی بہت بڑی لاگت کی وجہ سے منصوبے پر عملدرآمد آگے نہ بڑھ سکا۔ تب سے، سول سوسائٹی کی کئی تنظیمیں اور نیم سرکاری ادارے دریا کی حالت بہتر کرنے اور[2] منصوبے کے متبادل کوئی بہتر تجویز پیش کرنے کے لیے تگ و دو کر رہے ہیں مگر روڈا کے حالیہ اعلان نے ایسی تمام کاشوں کو روند ڈالا ہے۔

اگست میں وزیرِاعظم عمران خان نے پانچ کھرب پاکستانی روپوں کی مالیت کے ترقیاتی منصوبے کا اعلان کیا تاکہ 'لاہور کی کھوئی ہوئی عظمت بحال ہو'، اور صوبائی دارلخلافے کی آلودگی، نکاسیِ آب اور پانی کے فقدان جیسے مسائل کے ازالے کے ساتھ ساتھ ملازمتوں کے مواقع پیدا ہو سکیں اور ماحول میں بہتری آسکے۔[3] تاہم، مجوزہ 'ماڈل سٹی' اور دریا کے متبادل راستوں کی اصلی حقیقت یہ ہے کہ ایسے ترقیاتی منصوبے ماحولیاتی نقصانات اور مقامی کسانوں کی جبری بیدخلیوں کے ساتھ ساتھ اُن کی زرعی اراضی کی تباہی کا سبب بھی بنتے ہیں۔

جولائی 2020 میں آر یو ڈی پی کے متعارف ہونے سے ایک ماہ قبل، پنجاب حکومت نے منصوبے کی نگرانی کے لیے راوی اربن ڈیویلپمنٹ اتھارٹی (روڈا) قائم کی اور اسے قانونی تحفظ دینے کے لیے قانون سازی کی۔[4] منصوبے میں وزیرِاعظم کی ذاتی دلچسپی جس کا مظاہرہ اُنہوں نے روڈا کے چیئرمین کی خود تقرری کر کے اور منصوبے کے لیے جائزہ کے لیے ہفتہ وار اجلاس منعقد کر کے کیا ہے، انتہائی غیر معمولی اقدام ہے[5] اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ منصوبے کی براہ راست نگرانی کے لیے بہت پر عزم ہیں۔

روڈا کے چیئرمین راشد عزیز جو اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے دوران 'بیوروکریٹک مداخلت' کے باعث مستعفی ہو گئے تھے، نے جنوری 2021 میں منصوبے پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا[6] کہ منصوبے کے کل تین مرحلے ہیں۔[7]

1. https://www.dawn.com/news/1521916
2. https://www.thenews.com.pk/tns/detail/691955-marked-by-folly
3. https://nation.com.pk/08-Aug-2020/pm-launches-rs5-trillion-ravi-urban-development-project
4. https://www.thenews.com.pk/print/684999-cm-usman-buzdar-approves-authority-for-modern-city
5. -in-northern-lahore; https://tribune.com.pk/story/2256835/press-gallery-ravi-urban-authority
6. https://www.youtube.com/watch?v=9FAbvd6c24I
7. https://www.dawn.com/news/1613707

ہر ایک مرحلہ دس برسوں پر مشتمل ہے اور تیس برسوں بعد یہ ایک نئے شہر کو جنم دے گا جو لگ بھگ ایک کروڑ، بیس لاکھ افراد کی رہائش کی ضرورت پوری کرے گا۔ اس کا رقبہ 102,074 ایکڑ ہوگا جس میں 12 بڑے علاقے ہوں گے جن میں کھیل، صحت، علم اور مالیاتی مراکز پر مشتمل چھوٹے علاقے بھی ہوں گے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ منصوبہ لگ بھگ شعبہ تعمیرات میں براہ راست 240,000 جبکہ لاکھوں بالواسطہ ملازمتیں پیدا کرے گا۔ سرمایہ کاری کے لیے پاکستانی صنعتوں کو ترجیح دی جائے گی۔ محترم عزیز نے یہ بھی بتایا کہ آر یو ڈی پی بنیادی طور پر سرکاری و نجی شراکت کا منصوبہ ہے کیونکہ حکومت کے پاس اسے تن تنہا مکمل کرنے کے لیے فنڈز نہیں ہیں۔

انہوں نے کہا کہ پہلے مرحلے میں تین سال کی منصوبہ بندی پر خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ یہ مدت ملک میں اگلے عام انتخابات کی متوقع تاریخ تک ہے۔ اس دوران دریا کی صف بندی ہوگی اور راستے کی دیواریں بنیں گی اور 46 کلومیٹر لمبی ندی بنانے کے لیے ایک بیراج بنے گا۔ اس کے علاوہ، ابتدائی کام میں آلودہ پانی کی صفائی کے دو پلانٹس کی تعمیر اور 'سفائر بے' کے نام سے ایک رہائشی علاقہ بھی شامل ہے جس کا رقبہ 2800 ایکڑ ہوگا۔[8]

لاہور شہر میں شہری سہولیات اور ماحول کی زبوں حالی کو نئے شہر کا بنیادی جواز قرار دینے کے ساتھ ساتھ، روڈا نے بارہا کہا ہے کہ منصوبے کی ایک خاص وجہ ہندوستان سے سیلاب کاری کا 'خطرہ' ہے اور یہ کہ غیر محفوظ آبادی کو بچانے کے لیے دریائی پانی کا متبادل راستہ بنانا اور دریائی پٹی پر موجود آبادیوں کو وہاں سے ہٹانا ضروری ہے۔[9]

دلچسپ طور پر، مگر حسبِ توقع، اتھارٹی کے بڑے منصوبے اراضی کے حصول کے دوران والے مرحلے میں مقامی کسانوں سے ذرائع آمدن چھن جانے جیسے تباہ کن معاملات کا مؤثر احاطہ کرنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ ایچ آر سی پی کا فیکٹ فائنڈنگ مشن اِس تکلیف دہ حقیقت کا گواہ ہے۔ اور یہ منصوبے ماہرین ماحولیات کے ان تحفظات کا ازالہ بھی نہیں کر سکے کہ دریا کے متبادل راستے بنانے اور نئی ہاؤسنگ سوسائٹیوں کی تعمیر سے مقامی ماحول پر مضر اثرات مرتب ہوں گے۔ ذرائع ابلاغ یا سول سوسائٹی نے جب کبھی یہ معاملات اجاگر کیے تو ردِعمل میں اتھارٹی نے اپنی سرکاری دستاویزات کے ذریعے اِن نقصانات کی شدت کو کم ظاہر کیا یا ان کے وجود ہی سے سرے سے انکار کر دیا۔[10]

'ترقی' کی قیمت

ماہرینِ ماحولیات کا دعویٰ ہے کہ ہر بڑا ترقیاتی منصوبہ 'ماحول دوست' ہونے کے دعوے رکھنے کے باوجود ماحول کے لیے شدید نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آر یو ڈی پی کے باضابطہ آغاز اور اس کے ماحولیاتی اثرات کا جائزہ (ای آئی اے) جاری ہونے سے پہلے ہی لاہور کنزرویشن سوسائٹی نے جون 2020 میں وزیرِ اعظم کو اپنے درج ذیل تحفظات سے آگاہ کر دیا تھا:

ا۔ منصوبہ ماحولیاتی و مالیاتی لحاظ سے ناپائیدار ہے؛

ب۔ منصوبے کا تصور ہی پائیدار ترقیاتی اہداف (جو پاکستان نے منظور کر رکھے ہیں) سے متصادم ہے؛

ج۔ منصوبہ دریائے راوی کمیشن کی سفارشات کے حوالے سے عدالتِ عالیہ لاہور (ایل ایچ سی) کے احکامات کے برخلاف ہے۔

اس کا کہنا تھا کہ جس طرح سے دریا کے پانی کے بہاؤ کے راستے بنائے گئے ہیں یہ پائیدار ترقی کے تمام اصولوں اور دریا کے ماحول سے متصادم ہیں۔

فیکٹ فائنڈنگ کے دوران ایچ آر سی پی نے منصوبے کے سماجی، قانونی اور ماحولیاتی پہلوؤں کی چھان بین کے لیے 26 جنوری کو سول سوسائٹی کے ساتھ ایک مشاورت کا اہتمام کیا۔

لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز میں شعبہ تدریس کے ساتھ وابستہ ماہرِ تعلیم اور سماجی کارکن علی عثمان قاسمی نے اس قسم کے منصوبوں کے پس پردہ سیاسی وجوہ پر بات کرتے ہوئے کہا کہ آر یو ڈی پی کا مقصد ملک میں رہائشی سہولیات کے فقدان پر قابو پانا ہرگز نہیں۔ انہوں کہا کہ اس کی بجائے یہ منصوبہ روایتی سٹے باز ریئیل اسٹیٹ تجارت کی نمائندگی کرتا ہے جس کا مقصد ایک فرضی جگہ لے کر اسے تجارتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا ہوتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سرمایہ دار سرکار کی تیار کردہ اراضی خرید کر اسے مزید منافع بخش بناتے ہیں اور پھر مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں۔

نامور ماہر تعمیرات فوزیہ قریشی نے کہا کہ دریا کی زبوں حالی کا ذمہ دار سندھ طاس معاہدہ ہے جس کی بدولت دریا کا پانی کم ہوا، اور یہ بھی کہ دریا لاہور کا مرکزی کچرہ گاہ بن چکا ہے کیونکہ شہر کا کچرا بے شمار چھوٹے چھوٹے نالوں سے دریا میں پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دریا کے دونوں اطراف لگ بھگ 20 فیصد علاقہ زرعی اراضی پر مشتمل تھا، جبکہ تقریباً دو ہزار ایکڑ رقبے پر جنگلات تھے۔ منصوبے سے مغل دور کے ثقافتی مقامات جیسے کہ کامران کی بارہ دری اور مقبرہ جہانگیر کو پہنچنے والے ممکنہ نقصانات پر روشنی ڈالتے ہوئے، محترمہ قریشی نے کہا کہ اگرچہ ای آئی اے نے اوّل الذکر کو کسی بھی قسم کے نقصان سے محفوظ قرار دے دیا ہے، مگر مؤخر الذکر کا ذکر تک نہیں کیا حالانکہ اسے یونیسکو نے عارضی طور پر عالمی ثقافتی مقام قرار دے رکھا ہے۔

ماحولیاتی امور کے وکیل احمد رافع عالم نے روڈا کے مختلف حصّوں بشمول بجٹ میں شفافیت کے فقدان، اور منصوبے پر سرمایہ کاری اور اس کی منظوری کے مشکوک طریقہ کار کی نشاندہی کی۔ ماہرِ ماحولیات وقار ذکریا نے کہا کہ منصوبے کی لازمی تفصیلات جیسے کہ مطلوبہ اراضی کی مقدار، منصوبے کا مقصد اور متعلقہ مقامات کے بارے میں مناسب معلومات نہیں دی گئیں۔ شرکاء نے کہا کہ منصوبے کا کوئی جائز عوامی مقصد نظر نہیں آ رہا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ موجودہ شہر لاہور، نیز منصوبے کے نتیجے میں مرتب ہونے والے ماحولیاتی نقصانات کو کم کرنے اور دریائے راوی کے قدرتی ماحول کو بحال کرنے پر توجہ دی جائے۔

روڈا ایکٹ 2020 کے استثنٰی سے متعلق متنازعہ دفعہ جو ایجنسی کو قانونی دعووں سے تحفظ فراہم کرتی اور عدالتوں کے دائرہ اختیار کو محدود کرتی ہے، پر تحفظات کا اظہار کیا گیا تو روڈا کے ایک ترجمان نے دعویٰ کیا کہ ایسی دفعات 'معمول' کا حصہ ہیں۔ انہوں نے قانون کی دفعہ 4(2) کا حوالہ دیا جس کے مطابق اتھارٹی کے خلاف 'دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے'۔[11]

8. https://twitter.com/GovtofPunjabPK/status/1351131554135859200?s=20

9. https://twitter.com/SMImranPK/status/1329849367260516355?s=20; https://twitter.com/SMImranPK/status/1333852910057349120?s=20; https://twitter.com/SMImranPK/status/1342864182673289219?s=20; https://twitter.com/SMImranPK/status/1359099930200080384?s=20

10. https://tribune.com.pk/story/2286485/ravi-project-not-to-use-agricultural-land-lh

11. https://www.dawn.com/news/1594417; https://www.dawn.com/news/1594626/ruda-act-to-facilitate-project-execution

منصوبے کی ای آئی اے اور اس کا تقابلی جائزہ

جنوری 2021 میں روڈا کے اسٹریٹجک ترقیاتی منصوبے کی ای آئی اے نے تیس سالہ منصوبے کی تفصیلات بیان کیں جن میں ماحول کی بنیادی حالتوں، اور منصوبے کے اثرات اور مضر اثرات کو کم کرنے کے اقدامات پر روشنی ڈالی گئی اور ماحول کے بندوبست کا لائحہ عمل فراہم کیا گیا ہے۔

جائزے کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

☆ ای آئی اے نے علاقے میں حیوانات کی 116 اور نباتات کی 147 اقسام کی نشاندہی کی ہے۔

☆ آر یو ڈی پی کو کل 1400 کیوسک پانی چاہیے جس میں سے 70 فیصد زمینی پانی ہوگا جبکہ بقیہ نہر اور دریا کے پانی کو صاف کر کے حاصل کیا جائے گا۔

☆ علاقے کا تقریباً 77 فیصد رقبہ زرعی ہے جبکہ بقیہ اراضی آبادیوں، جنگلات، دریائی علاقے، باغات، زمینی گڑھوں، اور بنجر سیلابی علاقوں پر مشتمل ہے۔

☆ تیس سالہ منصوبے میں 76,000 ایکڑ زرعی اراضی متاثر ہوگی۔

☆ محفوظ جنگلات، ماحولیاتی کھیتوں، مرکزی پارکوں اور نباتاتی باغات کی شکل میں مجوزہ سبز علاقہ 12,172 ایکڑ پر مشتمل ہے۔

☆ منصوبے کے لیے مختص علاقے میں 89 آبادیاں/ دیہات ہیں، جن میں سے 20 لاہور میں جبکہ 69 شیخوپورہ میں واقع ہیں۔

شہری تعمیرات کے نتیجے میں زمینی پانی کی قلت پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ تعمیراتی سرگرمیوں کے باعث زمینی پانی کا معیار متاثر ہونے کا خدشہ بھی لاحق ہے۔

☆ تعمیراتی کام کے دوران ٹرانسپورٹ گاڑیاں اور جنریٹرز/ پمپ فضائی آلودگی میں اضافہ کریں گے۔

معمولی نوعیت کے اثرات کو اجاگر کرتے ہوئے، ای آئی اے نے دعویٰ کیا کہ مجوزہ مقام پر منصوبے کا اسٹریٹجک ترقیاتی منصوبہ قابلِ عمل ہے بشرطیکہ اس کی سفارشات/ مضر اثرات کم کرنے کے اقدامات پر 'من وعن' عملدرآمد کیا جائے۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں اور ماہرینِ ماحولیات نے ای آئی اے میں اہم خامیوں کی نشاندہی کی ہے جنہیں دور نہ کیا گیا تو انتہائی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ انتہائی ناکافی معاوضے کے علاوہ جہاں تک مقامی باشندوں کی بیدخلی کا معاملہ ہے، جس کا جائزے میں مؤثر احاطہ نہیں کیا گیا، متبادل رہائش بھی اس مسئلے کو حل نہیں کرسکتی کیونکہ متاثرہ آبادی اپنے واحد ذریعۂ آمدن سے محروم ہوجائے گی۔

ای آئی اے کے ضمن میں بعض بنیادی تحفظات درج ذیل ہیں:

☆ چونکہ منصوبہ ابھی اپنے خدوخال وساخت کے ابتدائی مراحل پر ہے، اس لیے اس کی مکمل جانچ پرکھ کے لیے اس کے تمام پہلوؤں کا بغور جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

☆ ای آئی اے میں کئی اہم معاملات کا ذکر نہیں کیا گیا جیسے کہ منصوبے کے اخراجات، تعمیری سرگرمیوں کی تفصیلات اور تمام متبادل اقدامات کی پائیداری بشمول متبادل ڈیزائن۔

☆ بنیادی معلومات جمع کرنے کی مشق بے کار ثابت ہوئی ہے اور جمع کیے گئے اعداد و شمار ناکافی ہیں، اور سماجی نوعیت کے بنیادی سروے (social baseline) میں مطلوبہ اراضی کے نقشے موجود ہونے ضروری تھے۔

یہ غیر واضح ہے کہ اراضی کے حصول سے کتنی اراضی متاثر ہوگی اور مفادِ عامہ کی دیگر سہولیات پر کیا اثر پڑے گا۔

☆ معاوضے کی کل رقم اور ہر ایک متاثرہ فرد کو ہونے والی ادائیگی کے بارے میں کسی قسم کے اندازے فراہم نہیں کیے گئے۔

☆ زرعی اراضی کے ضیاع کا مقامی آمدنیوں اور خوراک کی پیداوار پر پڑنے والے اثرات کا ذکر نہیں کیا گیا۔

☆ متعلقہ فریقین سے مشاورت کا عمل غیر مؤثر ہے۔ ماہرین ماحولیات سے لی گئی معلومات کا ذکر نہیں ملتا۔

☆ مقامی باشندوں کے ساتھ مشاورت مؤثر اور شمولیتی ہونی چاہیے۔ عورتوں جیسے بنیادی گروہوں کو مشاورتی عمل کا حصہ بنایا جائے۔

☆ ماحولیاتی بندوبست کے منصوبوں میں نگرانی کے طریقہ ہائے کار جیسی تفصیلات موجود نہیں۔

☆ متاثر ہونے والے لوگ کون ہیں، وہ کس طرح متاثر ہوں گے، ان کے نقصانات، ان کے ذریعہ آمدن کے خاتمے کا مداوہ کس طرح کیا جائے گا؟ اس طرح کی بنیادی معلومات کا ذکر بھی نہیں ملتا۔

☆ منصوبے پر عملدرآمد پر مامور عملے کے بارے میں معلومات موجود نہیں اور اس کے بغیر وہاں کام کرنے والے مزدوروں کے خیموں سے خارج ہونے والے ممکنہ فضلے کی مقدار یا ان کے زیرِ استعمال پانی کی مقدار اور مقامی آبادی پر اس کے اثرات کے بارے میں جاننا یا اس حوالے سے کوئی منصوبہ بندی کرنا ممکن نہیں۔

☆ مطلوبہ تعمیراتی مواد کی مقدار اور اقسام کا ذکر نہیں نہ ہی مضر اثرات کے حامل مواد کی نقل و حمل اور ذخیرے کے بارے میں تفصیلات ہیں۔

☆ تعمیرات کے ساز و سامان سے متعلق تفصیلات بھی موجود نہیں حالانکہ ٹریفک اور شور کی آلودگی کے بارے میں معلومات دستیاب ہونی چاہییں اور یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ ساز و سامان کی نقل و حمل وغیرہ کے لیے ٹرکوں وغیرہ کی آمد و رفت کس حد تک ہوگی۔

☆ 'مجوزہ شہر' میں برساتی پانی کے ذخیرے، آلودہ پانی کی صفائی جیسے تصورات کا بہت مختصر ذکر ہے جبکہ فضلے کو ٹھکانے لگانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

☆ فضلے کو دوبارہ قابل استعمال بنانے یا ٹھوس فضلے کو زمینی گڑھوں میں جانے سے روکنے جیسے معاملات کو ذکر نہیں ملتا۔

☆ ای آئی اے کو متوقع اثرات کا معیاری جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ کہا گیا ہے کہ سیلاب کا خطرہ کم ہے مگر اس خیال کو درست ثابت کرنے کے لیے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی گئی۔

☆ ٹریفک کے شور کے ساتھ ساتھ، آبی اور فضائی آلودگی کی سطحیں کنٹرول میں رکھنے کے لیے ای آئی اے کو واضح طریقہ ہائے کار تجویز کرنے ہوں گے۔

☆ دریا کے متبادل راستے بنانے کا عمل اور دریائی پانی کے قرب و جوار کے علاقوں میں ترقیاتی اقدامات پائیدار ترقی کے اصولوں کے منافی ہیں۔

☆ ای آئی اے کو کم آمدنی والے طبقوں کو سستی رہائش کی فراہمی کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیراتی حجم کا تعین بھی کرنا ہوگا۔ کم آمدنی والے طبقوں کو سستی رہائش کی فراہمی اس حکومت کی 'ترجیح' تھی جو کہ ای آئی اے کے جائزے میں ناقابل دکھائی ہے۔

ماہرینِ ماحولیات کو خدشہ ہے کہ منصوبہ مکانات کی تعمیرات کی بدولت دریا کے قرب و جوار کے علاقوں کی اراضی پر غاصبانہ قبضے کا سبب بنے گا اور اگر اس کے متبادل راستے بنائے گئے تو دریا کا قدرتی منظرنامہ ہمیشہ کے لیے بدل جائے گا۔ ای آئی اے کے مطالعے کے بعد، انہوں نے مطالبہ کیا کہ روڈا تعمیرات سے قبل آب نکاسی کا نظام اور پانی کی صفائی کے پلانٹس نصب کرے تاکہ کم از کم آلودہ فضلہ دریا میں نہ گرے۔

اراضی کا حصول اور کسانوں کے تحفظات

آر یو ڈی پی کی ای آئی اے میں کہا گیا ہے کہ صرف ان دیہاتوں کی کسی اور مقام پر نو آبادکاری ہو گی جو دریائی پٹی پر واقع ہیں جبکہ دیگر تمام آبادیاں جوں کی توں قائم رہیں گی۔ تاہم، مقامی باشندوں کے مطابق، حقائق اس کے برعکس ہیں۔

ای آئی اے میں مزید بیان ہے کہ دریائی پٹی میں نو آبادیاں ہیں (سات لاہور میں اور دو شیخوپورہ میں)۔ 226.96 ایکڑ پر محیط ان آبادیوں میں 2,966 گھرانے اور 19,590 افراد مقیم ہیں۔ ان کی بیدخلی کے اثرات کم کرنے کے لیے، ای اے آئی نے کئی طریقہ ہائے کار تجویز کیے ہیں جن میں انہیں نقدی رقم کی فراہمی، معاوضے کے طور پر متبادل زمین کی فراہمی، ماڈل دیہاتوں کی تعمیر، اور پلاٹ/اپارٹمنٹس شامل ہیں مگر ضروری تفصیلات پر غور وخوض نہیں کیا اور زرعی زمینوں سے محرومی کے نتیجے میں ان کی آمدنی کے خاتمے کی عوض انہیں معاوضے کی فراہمی جیسے معاملات کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔

2020 کے اواخر میں، حکومتِ پنجاب نے لاہور اور شیخوپورہ میں اراضی کے بڑے قطعات آر یو ڈی پی کے لیے مختص کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کر کے حصول اراضی کے قانون 1894 کے اطلاق کا آغاز کر دیا تھا۔[12] اگرچہ قانون کہتا ہے کہ کوئی بھی منصوبہ اس وقت تک شروع نہیں ہو سکتا جب تک اسے ای آئی اے کی منظوری حاصل نہیں ہو جاتی۔ ایچ آر سی پی کے مشاہدے کے مطابق، اس منصوبے میں ایسا نہیں کیا جا رہا کیونکہ منصوبے کے لیے تیاریاں اور اراضی کے حصول کا عمل پہلے ہی شروع کر دیا گیا تھا۔[13] متاثرہ کسانوں نے یہ الزام بھی عائد کیا کہ حکومت نے مقررہ حتمی تاریخوں کی پابندی نہ کر کے ان کے ساتھ دھوکہ کیا کیونکہ انہیں اعتراضات داخل کروانے کے لیے قانون کی رو سے ضروری وقت فراہم نہیں کیا گیا۔ کئی کسانوں سے ان کی اراضی ہتھیانے کا سلسلہ پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ کسانوں نے جبری بیدخلیوں کی مزاحمت کرنے کا عزم ظاہر کیا تھا۔

25 فروری کو لگ بھگ 60 کسانوں نے پنجاب اسمبلی کے سامنے احتجاج کیا۔ مظاہرین نے کہا کہ انہیں 200,000 روپے فی ایکڑ معاوضہ کی پیشکش ہوئی جسے وہ مسترد کرتے ہیں۔ کم معاوضے کی شکایت کے علاوہ، انہوں نے کہا کہ ان کی زمینیں دریائی پٹی کے قریب نہیں ہیں چنانچہ ان کا حصول جائز نہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ سرکاری حکام 'لینڈ مافیا' کے ساتھ سازباز کر کے منصوبے کی آڑ میں ان کی اراضی ہتھیانا چاہتے ہیں۔ بعض مظاہرین نے الزام عائد کیا کہ ڈپٹی کمشنر نے گاؤں بنگلہ چوہان میں ایک حالیہ مشاورت میں غیر مقامی افراد کو مقامی کسان ظاہر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ منصوبے کو مقامی باشندوں کی حمایت حاصل ہے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ فیروزوالا پولیس فورس کے زیرِ کنٹرول ہزاروں اہلکاروں کو ان کے دیہاتوں کے قریب تعینات کیا گیا ہے تاکہ ان پر زمینیں فروخت کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جا سکے۔

مظاہرین کی یہ بھی شکایت تھی کہ انہیں نو آبادکاری یا متبادل بندوبست کے منصوبوں کے بارے میں آگاہ نہیں کیا گیا۔ انہیں خدشہ ہے کہ اگر ان سے زمینیں لے لی جاتی ہیں تو پھر نہ صرف وہ بے گھر ہو جائیں گے بلکہ آمدنی سے بھی محروم ہو جائیں گے، اور ان کے اہلِ خانہ کے پاس سر ڈھانپنے کے لیے نہ تو چھت ہو گی اور نہ ہی زندہ رہنے کے لیے کوئی ذریعہ آمدن۔

26 فروری 2021 کو ایچ آر سی پی اور سول سوسائٹی کے کارکنان نے متاثرہ زمینداروں کے ساتھ ملاقات کی۔ کسان حصولِ اراضی قانون کی خلاف ورزی کے سماجی و قانونی نتائج کے بارے میں فکرمند تھے اور خوفزدہ تھے کہ لاہور کے باسی انہیں پانی کے جدول کی سطح میں اضافہ، جو کہ آر یو ڈی پی کا حصّہ ہے، کی مخالفت کا موردِ الزام ٹھہرا سکتے ہیں۔ زیادہ اہم بات، انہوں نے کہا کہ وہ دریا کے متبادل راستوں یا صفائی ستھرائی کے مخالف نہیں ہیں بشرطیکہ 'ترقی' کے بہانے ان کی زمینیں ان سے نہ ہتھیائی جائیں۔

یہ مدِنظر رکھتے ہوئے کہ اپنی اراضی چھن جانے کے خوف میں مبتلا سب لوگ یکجا تھے، انہوں نے تجویز دی کہ روڑا سے لڑنے کا سب سے بہترین طریقہ عوامی دباؤ ڈالنے کے ساتھ ساتھ عدالتی محاذ پر سرگرم ہونا ہے۔ انہوں نے منصوبے کی مزاحمت کا عزم ظاہر کیا کیونکہ بقول ان کے یہ ان کے روزی روٹی کا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ عدالتوں میں قانونی جنگ کے لیے انہیں قابل اور تجربہ کار وکیلوں کی ضرورت ہے۔

تب سے، کسانوں نے اپنے احتجاجی مظاہرے جاری رکھے ہوئے ہیں[14] اور منصوبے کی مزاحمت پر کمربستہ ہیں۔[15] معاملہ عدالت بھی پہنچ گیا ہے جہاں سماعتیں جاری ہیں۔ آر یو ڈی پی کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں کئی پٹیشنیں دائر ہیں اور قانونی وجوہ کی بنا پر دادرسی کی توقعات کے ساتھ تمام نگاہیں عدالت پر جمی ہوئی ہیں۔

26 فروری 2021 کو لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس باقر نجفی نے آر یو ڈی پی کے لیے زرعی اراضی کے حصول پر عارضی پابندی عائد کر دی تھی۔ 04 مارچ کو ایک پٹیشن کی سماعت کے دوران ایل ایچ سی کے جسٹس شاہد کریم نے اس بنیاد پر اراضی کے حصول کو روک دیا کہ حصول اراضی کے نوٹس جاری ہونے سے پہلے ای آئی اے نہیں کی گئی تھی۔ جج نے حکمِ امتناع کے باوجود اراضی کے حصول کا نوٹس لیا اور حکومت کو حکم دیا کہ وہ ای آئی اے کی منظوری تک ایسے کسی بھی اقدام سے گریز کرے۔[16]

اُس سے قبل، جسٹس کریم نے پنجاب حکومت کو ہدایت کی تھی کہ ای آئی اے کے لیے کسی مقامی ماہر کی بجائے عالمی کنسلٹنٹ کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اسی طرح، 18 فروری کو، لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس شمس مرزا نے پنجاب ماحولیاتی حفاظتی ایجنسی (ای پی او) کو ای آئی اے سے متعلق کوئی حتمی حکم جاری کرنے سے روک دیا تھا۔ پبلک انٹریسٹ لاء ایسوسی ایشن آف پاکستان نے اس بنیاد پر پٹیشن دائر کی تھی کہ ای آئی اے کرنے والی کنسلٹنسی سروسز پنجاب (پی وی ٹی) ای پی اے کے پاس رجسٹرڈ نہیں۔ چنانچہ یہ تجویز کردہ قواعد وضوابط کی خلاف ورزی ہے۔

12. https://www.dawn.com/news/1600709

13. As observed by HRCP's fact-finding team during its visit to the affected villages on 4 March 2021.

14. https://twitter.com/TabbySpence8/status/1366698484469030919?s=20

15. https://www.dawn.com/news/1610536/farmer-bodies-want-islands-ordinance-revoked

16. https://www.dawn.com/news/1610741/ravi-riverfront-project-lhc-takes-notice-of-land-acquisition-despite-stay

تاریخ خود کو دہراتی ہے

4 مارچ 2021 کو آر یو ڈی پی کے لیے حصولِ اراضی کے مقدمے کی سماعت کے دوران، ایل ایچ سی کے جسٹس شاہد کریم نے کہا کہ اورنج لائن میٹرو ٹرین (او ایل ایم ٹی) کے لیے لوگوں سے اراضی لی گئی جس سے ان کی زندگیاں تباہ ہو کر رہ گئیں۔ 1.8 ارب امریکی ڈالر کی لاگت سے پایہ تکمیل کو پہنچنے والی او ایل ایم ٹی اکتوبر 2020 میں چالو ہوئی تھی۔

جولائی 2015 میں او ایل ایم ٹی منصوبے کی ای آئی اے کی سماعت کے موقع پر متاثرہ افراد نے شکایت کی تھی کہ انہیں معاوضے سے متعلق ضروری معلومات فراہم نہیں کی گئی تھیں۔ اس سے قبل، ای آئی اے کی تکمیل پر سماجی کارکنان نے حکام پر تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ فضائی آلودگی پر قابو پانے کے لیے مناسب اقدامات اٹھانے میں ناکام رہے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی اطلاعات میں بھی بتایا گیا ہے کہ کسی قسم کے معاوضے کے بغیر لوگوں کی املاک کی توڑ پھوڑ شروع ہو گئی ہے: کئی زمینداروں کو کئی مہینوں بلکہ برسوں سے معاوضہ نہیں دیا گیا، اور مزاحمت کرنے والوں کو بزور طاقت بیدخل کیا گیا جبکہ دیگر کو دس لاکھ پاکستانی روپے کے معاوضے کے عوض منڈی سے کمتر نرخ پر اپنے گھر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے علاوہ، ثقافتی مقامات کو درپیش خطرات جیسے معاملات کو حکومت نے پس پشت ڈالا، اور بعد ازاں عدالت عظمیٰ نے مقدم قرار دیا۔

اسی طرح، 2014 میں،، راولپنڈی اسلام آباد میٹرو بس پراجیکٹ کے وقت کام پہلے شروع کر دیا گیا تھا اور ای آئی اے بعد میں کروائی گئی اور اس کی منظوری لی گئی جو کہ مجوزہ قواعد وضوابط کی سراسر خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔ اسلام آباد میں بڑے تعمیراتی منصوبوں کے دوران بھی یہی کچھ ہوا۔

زمینی حقائق

ایچ آر سی پی نے اراضی کے حصول سے متعلق مستند معلومات حاصل کرنے کے لیے 4 مارچ 2021 کو متاثرہ دیہاتوں کا دورہ کیا۔

مسلم لیگ گاؤں میں 4 مرلہ کے 250 سے 300 مکانات ہیں جن میں اوسطاً چار سے پانچ افراد پر مشتمل گھرانے آباد ہیں۔ یکم مارچ کو ڈپٹی کمشنر نے دیہاتیوں کو اپنے گھر خالی کرنے کے لیے 15 دن کا نوٹس دیا۔ (ضمیمہ 1 ملاحظہ کریں)۔

'میں اپنے چھ بچوں کو تن تنہا پال پوس رہی ہیں، اپنی بھابھی کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ مجھے چند دن قبل ڈپٹی کمشنر کا نوٹس ملا جس میں ہمیں زمین خالی کرنے کا کہا گیا۔ تاہم، اس سے کئی ہفتے پہلے ہی پٹواری ہم پر زمین خالی کرنے کا دباؤ ڈال رہے تھے۔ آمدنی کا کوئی اور ذریعہ ماسوائے ہماری زمین کے نہ ہونے کی وجہ سے اگر ہم سے زمین لے لی گئی تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔ معاوضے کی رقم سے بچوں کے اسکول کی فیسیں تو دور کی بات ہے ہم اپنے سر کو چھت بھی فراہم نہیں کر سکتے۔

مسلم لیگ گاؤں سے تعلق رکھنے والی رخسانہ

ایک اسکول ٹیچر گل نواز اپنے خاندان کے چھ اراکین کے ساتھ گاؤں مسلم لیگ میں تین مرلہ گھر میں رہتے ہیں۔ انہوں نے ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کو زرعی زمین کا دورہ کروایا[17] جو بظاہر زرخیز معلوم ہو رہی تھی اور اطلاعات کے مطابق، اعلیٰ معیار کی فصل پیدا کرنے کے طور پر جانی جاتی تھی۔ نواز نے دعویٰ کیا کہ فروری میں ڈپٹی کمشنر کی سربراہی میں ہونے والی عوامی سماعت 'جعلی' کسانوں پر مشتمل تھی جو حکومت کے ساتھ اظہار اتفاق کے لیے لائے گئے تھے۔

مقامی کسان کامران تبسم نے شکایت کی کہ کوئی بھی حکومتی عہدیدار ان کی مدد کے لیے نہیں آیا، اور مزید بتایا کہ صرف حزب اختلاف کے صوبائی اراکین اسمبلی ان سے اظہار یکجہتی کرنے اور ان کی شکایات سننے کے لیے آئے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ حکومت نے دریائی پٹی کا واضح تعین نہیں کیا جس کے باعث دریا سے دور واقع آبادیاں بھی خالی کروائی جا رہی ہیں۔

آغا نگر خرد مسلم لیگ گاؤں کے بالمقابل واقع ہے؛ یہی وہ جگہ ہے جہاں فوج کے زیر کنٹرول فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن (ایف ڈبلیو او) نے اپنا بیس کیمپ بنایا (ضمیمہ نمبر 2) اور مقامی لوگوں سے اراضی لی ہے۔ مقامی لوگوں نے ایچ آر سی پی کو بتایا کہ لگ بھگ چھ ایکڑ اراضی پہلے سے خالی کروائی جا چکی ہے۔ یہ اراضی ایف ڈبلیو او نے بغیر کسی نوٹس کے مقامی لوگوں سے خالی کروائی ہے۔ ایف ڈبلیو او نے حق نواز اور فقیر محمد کی اراضی پر بلڈوزر چلا کر انہیں اپنی اراضی سے محروم کر دیا اور جب انہوں نے مزاحمت کی تو انہیں ڈرایا دھمکایا۔ ایچ آر سی پی نے کیمپ پر کام ہوتے ہوئے دیکھا مگر وہاں موجود حکام سے رابطہ کیا گیا تو ان میں سے کسی بھی نے اس صورتحال پر تبصرہ نہیں کیا۔

کسانوں کے احتجاجوں اور سول سوسائٹی کے تحفظات کے باوجود روڈا کے عہدیدار ایک مختلف تصویر پیش کرنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

نومبر 2021 کو، روڈا کے چیئرمین راشد عزیز نے جبری بیدخلیوں کی تردید کی اور دعویٰ کیا کہ 'مقامی باشندے مستقبل کے شہر کا حصہ ہوں گے اور معاشی لحاظ سے مستحکم ہو جائیں گے۔[18] بعد ازاں، روڈا کے ترجمان ایس ایم عمران نے واضح کیا کہ پہلے مرحلے کے دوران، وہ صرف خالی جگہ کی ترقی پر توجہ مرکوز کریں گے اور لوگوں کو بیدخلی سے بچانے کے لیے حتی الامکان کوشش کی جائے گی، اور مزید کہا کہ وزیر اعظم نے واضح طور پر کہا ہے کہ اتھارٹی ان صنعتوں اور رہائشی علاقوں کو متاثر نہیں کرے گی جو دریا کے بہاؤ کے لیے مجوزہ متبادل راستوں کی زد میں نہیں آتے۔[19] بعد ازاں، 18 جنوری 2021 کو ایک پریس کانفرنس کے موقع پر، محترم عمران جو لاہور ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے وائس چیئر بھی ہیں نے کہا کہ دریائی پٹی پر واقع اور سیلاب کے خطرے سے دوچار صرف 5 سے 7 فیصد آبادیاں کسی اور جگہ منتقل کی جائیں گی۔[20]

اسی طرح، 4 جنوری 2021 کو ایک انٹرویو کے دوران،[21] روڈا کے چیئرمین نے منصوبے کے افتتاح کے موقع پر دی گئی اس تجویز کہ مقامی باشندوں اور ان کے مال مویشیوں کو با آسانی ہٹا دیا جائے، پر اپنے ردِعمل کو یاد کیا، 'میں ان کی بیدخلی کی بجائے نو آبادکاری کو یقینی بناؤں گا۔ اور اس مقصد کے لیے ان لوگوں کو نئے شہر کے زرعی علاقوں کا حصہ بنایا جائے گا جن کے پاس مال مویشی ہیں' اور مزید کہا کہ ہمیں لوگوں کے ساتھ طاقت کے بجائے ہمدردی سے پیش آنا ہوگا۔

یکم مارچ 2021 کو کسانوں کے معاوضے پر گفتگو کرتے ہوئے عزیز نے کہا[22] کہ حکومتیں جب کبھی کہیں بھی اراضی لیتی ہیں تو لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی اراضی کی زیادہ قیمت لگے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مقامی باشندوں کے تحفظات دور کیے جائیں گے اور شہر منصوبے کے مطابق

17۔ فیکٹ فائنڈنگ ٹیم میں ایک مقامی استاد نذیر اعوان بھی شامل تھے جنہوں نے علاقے میں ٹیم کے لیے ترجمان کا کردار ادا کیا۔

18. https://twitter.com/rashidazizpak/status/1326632505257189377?s=20; https://twitter.com/rashidazizpak/status/1326643822831562758?s=20

21. https://youtu.be/9FAbvd6c24I

22. https://nation.com.pk/01-Mar-2021/ravi-riverfront-project-aimed-at-fighting-water-recession-aggression-ruda-chairman

تعمیر ہوگا۔

نتیجہ

سول سوسائٹی کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ، ایچ آر سی پی متاثرہ زمینداروں کے ساتھ کھڑا ہے اور ماحول پر اس منصوبے کے مضر اثرات کم کرنے کے لیے تمام ضروری اقدامات کی حمایت کرتا ہے۔

اپنے فیکٹ فائنڈنگ مشن کی تکمیل پر، ایچ آر سی پی درج ذیل نتیجے پر پہنچا:

☆ پنجاب کے دارالخلافے کو درپیش مسائل حل کرنے کی بجائے حکومت عوام کی توجہ ایک نئے ماڈل شہر کی صرف ہٹانا چاہتی ہے۔

☆ حکومتی دعووں کے برعکس، اس وقت ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آر یو ڈی پی نہ تو ضرورت مندوں کو سستی رہائش فراہم کر سکے گا اور نہ ہی مقامی ماحول کو بہتر کر سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ترقی غریب کسانوں اور ا?ن کے خاندانوں جن کا گزر بسر زرعی پیداوار ہے، کو بیگھر کرے گی اور دریائے راوی کے خطّے میں بچے کھچے نباتات وحیوانات تباہ کرے گی۔

☆ روڈا نے 'ترقی' کے نتیجے میں مقامی کسانوں کو پہنچنے والے نقصانات کو مکمل طور پر نظرانداز کیا اور ان کی نوآبادکاری/ اور چھینے گئے ذرائع آمدنی کے مداوے کے لیے کوئی پائیدار متبادل پیش کرنے میں ناکام رہا ہے۔

☆ مقامی باشندوں کو منصوبے کا حصّہ بنا کر اسے ایک شمولیتی اسکیم بنانے کی بجائے، حکومت فوج کے زیر کنٹرول ایف ڈبلیو او کو شامل کر کے طاقت کے زور پر کسانوں کو اپنی زمینیں بیچنے پر مجبور کر رہی ہے اور انہیں ہراساں کرنے کے لیے علاقے میں پولیس تعینات کر رہی ہے۔

☆ لاہور میں اورنج ایل ایم ٹی جیسے ماضی کے منصوبوں کے دوران اسی طرح کی جبری بیدخلیوں اور معاوضہ کے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ماضی کی غلطیوں سے سیکھا جائے اور مسائل پیدا کرنے والے اقدامات کی بجائے دیگر ضروری اقدامات کیے جائیں۔

☆ ایسا لگتا ہے کہ حکومت خاص تجارتی مفاداتی گروہوں کی خاطر اس منصوبے کو چند گنے چنے لوگوں کے قلیل مدتی معاشی منافع کی خاطر استعمال کرنا چاہتی ہے جس کے نتیجے میں ہزاروں دیہاتی بیگھر ہوں گے اور ماحول نقصان دہ اثرات سے دوچار ہوگا۔

☆ کسی قابل وخودمختار ادارے کے ذریعے دوبارہ ای آئی اے کروائی جائے جس میں ماہرین کے اٹھائے گئے تمام خدشات کا احاطہ کیا جائے۔

☆ ذرائع ابلاغ نے اب تک اس معاملے کو اتنی اہمیت نہیں دی جس کا یہ مستحق تھا۔ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ اس معاملے پر ہونے والے احتجاجی مظاہروں اور عدالتی سماعتوں کو نمایاں جگہ دے اور اس موضوع پر خصوصی مضامین بھی شائع کرے۔

سفارشات

متعلقہ فریقین، خاص طور پر متاثرہ زمینداروں اور باشندوں سے معلومات لینے اور ماہرین ماحولیات سے مشاورت کے بعد ایچ آر سی پی نے درج ذیل سفارشات تجویز کی ہیں:

☆ تمام متعلقہ فریقین بشمول زمینداروں سے معلومات لینے کے بعد ہونے والی ای آئی اے اور معاوضے سے متعلقہ معاملات کے تسلی بخش تصفیے تک اراضی کے حصول سمیت علاقے میں تمام ترقیاتی کام بند کیے جائیں۔

☆ جبری بے دخلیوں، لوگوں سے ہتھیائی گئی اراضی اور مزید اراضی ہتھیانے کے مجوزہ منصوبے، نیز متاثرہ افراد کی شہادتوں جیسے معاملات سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔

☆ لوگوں کی اراضی پر زبردستی قبضہ نہ کیا جائے اور اراضی خریدنے کے لیے دباؤ کے حربے استعمال نہ کیے جائیں۔

☆ آمدنی کے متبادل ذرائع سمیت مناسب معاوضہ کے انتظامات کو یقینی بنایا جائے۔

☆ احتجاجی کسانوں کے خلاف طاقت کا استعمال روکا جائے اور ان کے خلاف مقدمات واپس لیے جائیں۔

☆ متاثرہ کسانوں کا نمائندہ ادارہ قائم کیا جائے جو ان کے تحفظات اجاگر کرے۔

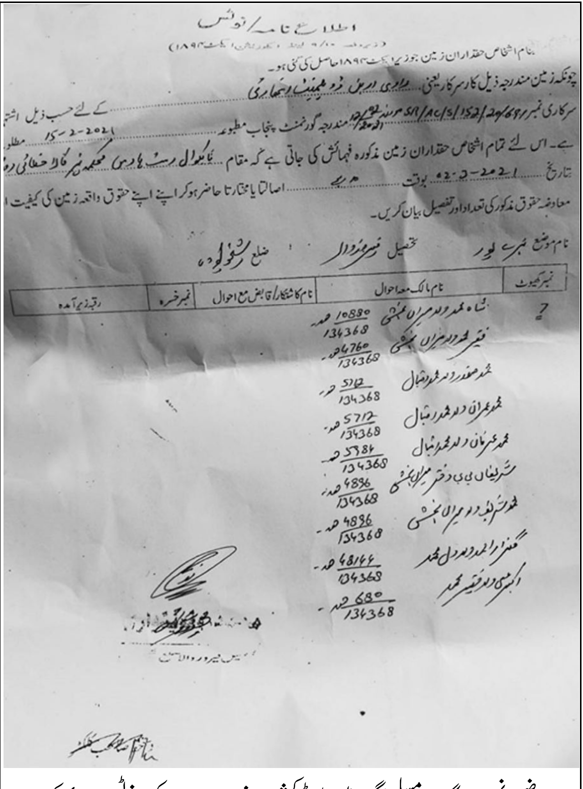

اطلاع نامہ / نوٹس

بنام اشخاص حقداران زمین جو زیر ایکٹ ۱۸۹۴ء حاصل کی گئی ہو۔

چونکہ زمین مندرجہ ذیل کا سرکار یعنی ..... راوی اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹی ..... کے لیے حسب ذیل اشتہار سرکاری نمبر ..... مندرجہ گورنمنٹ پنجاب مطبوعہ 15-2-2021 ..... مطلوب ہے۔ اس لیے تمام اشخاص حقداران زمین مذکورہ فہمائش کی جاتی ہے کہ مقام ..... بتاریخ 02-3-2021 بوقت ..... اصالتاً یا مختارتاً حاضر ہو کر اپنے اپنے حقوق واقعہ زمین کی کیفیت ا..... معاوضہ حقوق مذکور کی تعداد اور تفصیل بیان کریں۔

نمبر کھیوٹ	نام مالک معہ احوال	نام کاشتکار/ قابض مع احوال	نمبر خسرہ	رقبہ زیر آمدہ

ضمیمہ نمبر 1: گاؤں مسلم لیگ میں ڈپٹی کمشنر نے زمینداروں کو جو نوٹس جاری کیا

ضمیمہ نمبر 2: گاؤں آغا نگر خرد میں ایف ڈبلیو او کا کیمپ

☆ اگر کسانوں کی زمینیں زبردستی لی گئی ہیں یا ان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے تو پھر ان کے ایماء پر فوجداری شکایات درج کی جائیں۔

☆ دریا کا راستہ بناتے وقت اور دریا کے جدول کی سطح بڑھاتے وقت کسانوں اور ماہرین ماحولیات سے مشاورت کی جائے۔

کئی قانونی وجوہ کی بنیاد پر منصوبے کو چیلنج کیا جاسکتا ہے:

☆ روڈا کی تشکیل کو چیلنج کیا جا سکتا ہے کیونکہ اسے تشکیل دینے والے قانون نے میونسپل حکام کے اختیارات میں مداخلت کرتے ہوئے اسے غیرمعمولی اختیارات سے نوازا ہے اور کئی دیگر محکموں کے دائرہ اختیار میں مداخلت کرنے کا اختیار دے دیا ہے۔

☆ چونکہ روڈا کے قواعدوضوابط ابھی تک تجویز نہیں ہوئے، لہذا اس کے اقدامات کو من مانی کاروائیاں قرار دیتے ہوئے چیلنج کیا جاسکتا ہے۔

☆ روڈا کو عدالتِ عظمٰی کے طے کردہ مفادِ عامہ کے اصول کی بنیاد پر چیلنج کیا جاسکتا ہے۔اس اصول کی رُو سے اگر کوئی ترقیاتی منصوبہ مفاد عامہ کے خلاف ہے تو کوئی بھی فرد اس کے خلاف پٹیشن دائر کرسکتا ہے۔

☆ اگر ان اطلاعات میں صداقت ہے کہ حکومت ضلعی کولیکٹرز کے نرخ پر زمین خرید کر نجی ڈویلپرز کو دس گنا زیادہ قیمت پر بیچنے کی خواہاں ہے تو زمین کے حصول کو قانونی طور پر چیلنج کیا جاسکتا ہے۔

☆ دریائے راوی کمیشن سمیت ماہرین کے پہلے کیے گئے کام سے استفادہ کرتے ہوئے آر یو ڈی پی کے بجائے ایک قومی پارک کی تشکیل جیسے متبادل حل بھی تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

☆ منصوبے کے نتیجے میں ماحول کو پہنچنے والے نقصانات کی مخالفت اور معاملے پر شعور اجاگر کرنے کی خاطر اپنے بااثر اتحادیوں کو ساتھ ملانے کے لیے سوشل میڈیا کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا چاہیے۔

☆ ایچ آرسی پی کی رائے میں مرکزی سیاسی جماعتیں غریب افراد کی مدد میں ناکام ثابت ہوئی ہیں لہذا اب سول سوسائٹی کے اداروں کو چاہیے کہ وہ ریاستی جبر کے خلاف کسانوں کی جدوجہد میں پرعزم اور متحد ہوکر ان کا ساتھ دیں۔

☆ ایسے منصوبے متعارف کرنے سے قبل ان کی ضرورت اور اثرات پر وسیع تر مشاورت کی جائے نہ کہ صرف اس وجہ سے شروع کر دیے جائیں کہ یہ رئیل اسٹیٹ ڈویلپرز کے مفاد میں ہیں۔

ایچ آرسی پی کا مطالبہ ہے کہ وزیرِاعظم عمران خان اپنے 2013 کے مؤقف کو یاد کریں جب انہوں نے اُس وقت کے وزیرِاعظم نوازشریف کے مارگلہ ہلز کے پار 'نیا اسلام آباد' شہر کے منصوبے کی مخالفت کی تھی۔محترم نوازشریف وہ شہر ہائی وے کے ساتھ دبئ کے شیخ زید روڈ کی طرز پر بنانا چاہتے تھے۔عمران خان کا کہنا تھا کہ وفاقی حکومت ڈویلپرز کی ہوس کے آگے گھٹنے ٹیک رہی ہے اور منصوبے کے ماحول پر پڑنے والے اثرات کو نظرانداز کررہی ہے، اور یہ کہ ہمیں اپنے ماحول کے تحفظ کو ترجیح دینے کی ضرورت ہے اور ماحولیاتی تحفظ کے قوانین کا احترام کرنا ہوگا۔ یہ ہماری مستقبل کی نسلوں کا ورثہ ہے اور ہم اِس کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔'

جہدحق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کرسکتے ہیں۔حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہدحق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہدحق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 -ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

مزدوروں کے حقوق کے تحفظ پر زور

حیدر آباد مہنگائی کے تناسب سے اجرتوں میں اضافہ، صنعتی ملازمین کی کم از کم اجرتوں پر عملدرآمد، کنٹریکٹ و ڈیلی ویجز اور پارٹ ٹائم ملازمین کو مستقل، الاؤنس، پنشن میں اضافہ، غربت و جہالت، امیر و غریب کے مابین بے پناہ فرق اور کمسن بچوں سے محنت و جبری مشقت، خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کا خاتمہ کیا جائے، بیروزگاری کا خاتمہ کیا جائے، ملازمین کے بچوں کو کوٹے کے تحت نوکریاں فراہم کی جائیں، ILO کے قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے، خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کا خاتمہ کیا جائے اور کام کے مقامات پر تحفظ فراہم کیا جائے۔ شہداء 1886ء کے محنت کشوں کو سلام پیش کرتے ہیں جنکی قربانیوں کے باعث دنیا میں شعبہ محنت کے قوانین کا اطلاق ہوا۔ ان خیالات کا اظہار آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین CBA اور آل پاکستان ورکرز کنفیڈریشن کے مرکزی صدر عبدالطیف نظامانی نے یوم مئی کے حوالے سے منعقدہ سیکڑوں مزدوروں کے جلسے سے لیبر ہال حیدرآباد میں خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر جلسے میں صوبائی سیکرٹری اقبال احمد خان، محبوب علی قریشی، ملک سلطان علی، اعظم خان، محمد حنیف خان اور دیگر موجود تھے۔ مزدور رہنماء عبدالطیف نظامانی نے مزید کہا کہ وہ کنٹریکٹ، ڈیلی ویجز ملازمین کو ریگولر کرانے اور صحافت و عدلیہ کی آزادی، محنت کشوں کے حق، انجمن سازی و اجتماعی سوداکاری کے لیے آئی ایل او کنونشن کے مطابق قانون سازی کرانے، بچوں کی جبری محنت و مشقت، خواتین کے خلاف امتیازی سلوک بند کرانے اور قومی اداروں کی آئی ایم ایف کے دباؤ پر مجوزہ نجکاری کے خاتمے اور ان کی کارکردگی میں بہتری کے لیے اپنی آواز اٹھاتے رہیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کورونا کی تیسری لہر کے وار جاری ہیں اور دنیا بھر کی طرح ہمارا ملک اور ہمارے شہر بھی اس وبا سے نبرد آزما ہیں۔ کورونا کے باعث ملک کا محنت کش طبقہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے مالی بحران کا شکار ہو چکا ہے۔ روزگار کے ذرائع ختم ہو رہے ہیں، اجرتیں بڑھنے کے بجائے نجی اداروں میں کم سے کم ہو رہی ہیں، جس کے باعث محنت کش طبقہ کسمپرسی کی زندگی گزار رہا ہے۔ آج ملک کا محنت کش انتہائی مفلسی اور تنگ دستی کے دن گزارنے پر مجبور ہے، قلیل اور محدود اجرت پر اوقات کار سے زائد کام لیا جا رہا ہے، بچوں سے جبری مشقت عام ہے، عالمی قوانین پر صرف کتابوں میں عمل ہو رہا ہے۔ صنعتی اداروں میں حکومت کی جانب سے منظور کردہ کم از کم اجرت 17500 روپے ماہوار پر بھی عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔ یونین بنانے پر غیر اعلامیہ پابندی ہے اپنا حق مانگنا گناہ اور ملک دشمنی بن چکا ہے، غربت اور مہنگائی کے باعث معاشرہ بے راہ روی اور تنزلی کا شکار ہو رہا ہے، جرائم کی شرح بڑھ رہی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ILO کے قوانین پر عملدرآمد کرکے اور روزگار کے ذریعے پیدا کرکے بیروزگاری اور محنت کشوں کے مسائل کا خاتمہ کرے، محکمہ بجلی سمیت دیگر اداروں کے کنٹریکٹ، دیہاڑی دار اور جز وقتی ملازمین کو مستقل کرے۔ یوم مئی پر ایک ریلی عوامی ورکرز پارٹی کے زیر اہتمام بھی نکالی گئی اور شکاگو کے شہید مزدوروں سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے انسانی ہاتھوں کی زنجیر بنائی گئی۔ کامریڈ بخشل تھلو، کامریڈ موصودہ، کامریڈ جاوید راجپر، اور عرفان چانڈیو سمیت دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان سمیت دنیا بھر میں لوگوں سے جبری مشقت لی جا رہی ہے۔ سرمایہ داری نظام کے تحت صحت اور تعلیم کے شعبوں کا بیڑہ غرق کر دیا گیا ہے۔ مزدور رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ مزدوری کا وقت روزانہ 7 گھنٹے مقرر کیا جائے، مزدوروں کی تنخواہ ایک تولہ سونے کے مساوی کی جائے اور صنعتی اداروں میں مزدور یونین بنانے کا حق دیا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

آزادی صحافت کا دن

چمن 3 مئی کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ضلعی کور گروپ چمن اور شمشاد رائٹرز فورم بلوچستان کے اشتراک سے ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ضلعی کوآرڈینیٹر محمد صدیق شمشاد، شمشاد رائٹرز فورم بلوچستان کے جنرل سیکرٹری غلام محمد مخلص، فرید نثار ایڈووکیٹ، صحافی شمس الدین انصاری اور ماسٹر محمد آصف نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان سمیت دنیا بھر میں آج آزادیِ صحافت کا دن منایا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی جانب سے 3 مئی کو ہر سال آزادی صحافت کا دن منایا جاتا ہے، جس کا مقصد صحافت کے بنیادی اصولوں پر اعتماد کا اظہار کرنا اور دنیا میں صحافت کی موجودہ صورتحال کی اصل شکل کو پیش کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس دن کو منانے کا مقصد صحافتی فرائض کے دوران قتل، زخمی یا متاثر ہونے والے صحافیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرنا اور انہیں خراجِ عقیدت و تحسین پیش کرنا ہے۔ شرکاء نے مزید کہا کہ صحافت ریاست کے چار ستونوں میں سے ایک اہم ستون ہے، مگر آج ریاست کا یہی ستون نازک دور سے گزر رہا ہے اور اسے کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ انقلابی رہنما نیلسن منڈیلا نے کہا تھا کہ صحافت جمہوریت کا ستون ہے، خیالات و نظریات کا آزادانہ اظہار اور تنقید و اختلاف رائے کا حق کسی بھی جمہوری معاشرے کے بنیادی اصول ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں معروف صحافیوں کا کہنا ہے کہ صحافی اور صحافت کی ایک کٹھن تاریخ ہے لیکن موجودہ دور صحافیوں کے لئے مشکل ترین دور ہے۔ شرکاء نے پاکستان میں آزادیِ صحافت پر بیجا پابندیوں کی مذمت کی۔

(محمد صدیق شمشاد)

بیوی اور بیٹی کو قتل کردیا

اوکاڑہ دیپالپور کے نواحی قصبہ بصیر پور کے محلہ پٹرول پمپ میں غلام رسول نے اپنی بہن شیماں بی بی کے ساتھ مل کر اپنی بیوی سکینہ اور اس کی بارہ سالہ اقراء فاروق کو زہریلی گولیاں کھلا کر قتل کر دیا۔ مقتولہ نے اپنے پہلے خاوند فاروق کی وفات کے بعد ملزم غلام رسول سے شادی کی تھی۔ مقتولہ کے پہلے خاوند سے دو بچے ماں کیساتھ ہی رہائش پذیر تھے۔ ملزمان فرار ہیں۔ بصیر پور پولیس نے قتل کا مقدمہ درج کر لیا ہے۔ لاشوں کو پوسٹمارٹم کے بعد دفن کر دیا گیا ہے۔ وقوعہ 12 مئی کو پیش آیا تھا۔

(اصغر حسین حماد)

کاروکاری کے تصور نے دو اور جانیں لے لیں

نوشہرفیروز تفصیلات کے مطابق ضلع نوشہرو فیروز کی تحصیل بھریا سٹی کے گاؤں اللہ بخش مری میں پاک فوج کے اہلکار اسحاق مری (جو کہ چھٹیوں پر گھر آیا تھا) نے جنسی تعلقات کے شبہ میں اپنی بیوی کو ایک شخص سمیت گولیاں مار کر قتل کر دیا۔ واقعے کی اطلاع پر بھریا سٹی پولیس نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر نعشوں کو اپنی تحویل میں لیکر ہسپتال پہنچایا، جہاں ڈاکٹروں نے پوسٹ مارٹم کے بعد نعشیں ورثاء کے حوالے کر دیں۔ مقتولہ ایک معصوم بچے کی ماں بتائی جاتی ہے۔ نعشیں گاؤں اللہ بخش مری پہنچنے پر مقتولین کے گھروں میں کہرام مچ گیا۔ دوسری جانب بھریا سٹی پولیس نے قاتل اسحاق مری کو اسلحہ سمیت گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا ہے، پولیس کا کہنا ہے کہ دوہرے قتل کی شفاف تحقیقات کی جائیں گی۔ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ آیا قتل کا سبب کاروکاری تھا یا کسی ذاتی رنجش و دشمنی کو کاروکاری کا رنگ دیا گیا ہے۔

(الطاف سومرو)

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلی کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتا غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو ونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِحق

Monthly **JEHD-E-HAQ**

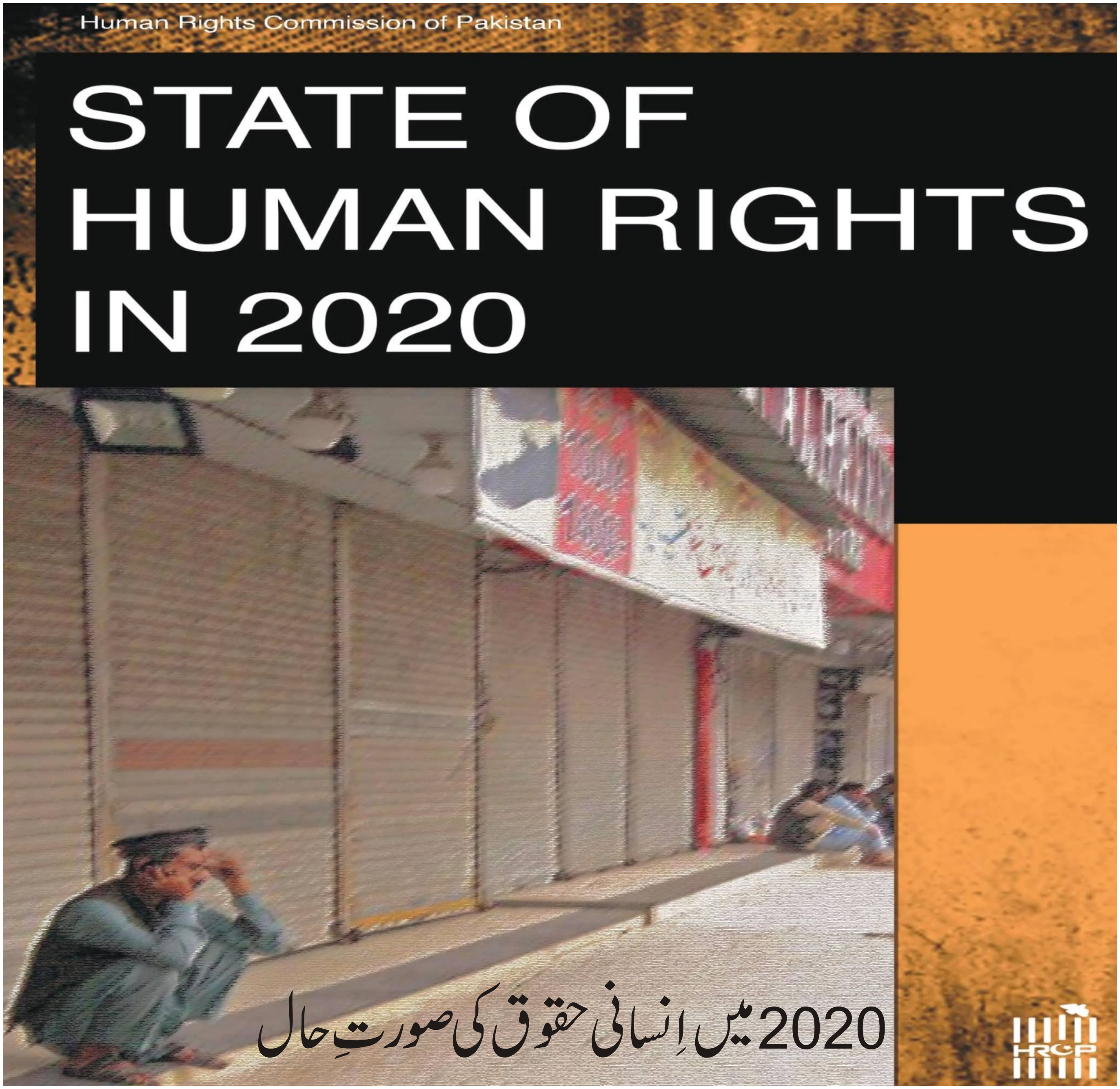

اظہارِلاتعلقی: براہِ مہربانی نوٹ کرلیں کہ فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فارفریڈم (ایف این ایف) کا جہدِحق کے مَتن سے مُتفق ہونا ضروری نہیں۔لہٰذا، جہدِحق میں شامل مواد وخیالات کی ذِمہ داری کسی طور پر بھی ایف این ایف پر عائد نہیں کی جاسکتی۔

اظہارِ تشکّر: جہدِ حق کی اشاعت کے لیے فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) نے مالی معاونت کی ہے جس کے لیے ایچ آرسی پی، ایف این ایف کا انتہائی مشکور ہے۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور

فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15